امامیہ مشن لکھنؤ کا چوتھا تبلیغی رسالہ

تقیّہ

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

سنہ ۱۹۳۲ء

ت چار آنہ

امامیہ مشن لکھنؤ کے گرانقدر کارنامے

قاتلان حسینؑ کا مذہب یہ وہی مقبول عام کتاب ہے جس کے ا
نسخے ایک مہینہ کے اندر ہاتھوں ہاتھ
فروخت ہو گئے اور اب اس کا دوسرا اڈیشن باضافہ بعض مطالب
طبع ہوا ہے جو بہت تیزی کے ساتھ فروخت ہو رہا ہے قیمت ۴/ خرچہ ڈا

تحریف قرآن کی حقیقت اس کتاب میں قرآن مجید
عظمت اور دیگر کتب سماویہ کے
میں اس کا اعتبار تحریف قرآن پر فریقین کے نقطۂ نظر سے بحث اور ا
بالقرآن کی حقیقت ان تمام مطالب کو انتہائی جامعیت کے ساتھ بیان ک
قیمت ۵/ خرچہ ڈاک ۱/

مولود کعبہ یہ رسالہ بھی حضرت سید العلماء دام ظلہ کے چند بلند
مضامین کا مجموعہ ہے اور بیادگار ولادت حضرت
امیر المومنین علیہ السلام ۲۰×۲۰/۱۶ کے ڈھائی جزو پر شایع کیا گیا
قیمت ایک آنہ خرچہ ڈاک دو پیسہ

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین آنریری سکرٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

maablib.org

معراجِ انسانیت

مُصنّفہ

حضرت سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ

امامیہ مشن لکھنؤ کی چوتھی تبلیغی خدمت

بیادگار ولادت حضرت ولی عصر مہدی منتظر عجل اللہ فرجہ

۱۵ر شعبان ۱۳۵۱ھ

اس سے قبل تین رسالے "قاتلان حسینؑ کا مذہب" "تحریف قرآن کی حقیقت" اور "مولود کعبہ" شایع کیے جا چکے ہیں اور اب یہ چوتھا رسالہ ایک ایسے اہم موضوع پر شایع کیا جا رہا ہے جسکی فی زماننا سخت ضرورت تھی ہم کو توی امید ہو کہ اس رسالہ کی بھی زائد سے زائد تعداد مومنین خرید فرما کر غیر اقوام میں مفت تقسیم فرما کر عند اللہ و عند الرسول ماجور ہونگے اور ہماری ہمت افزائی فرماوینگے۔ فقط

خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

Dar Masood Naqi Library
M. Syed Mohd Qalbani
KARACHI-18

Haji Dawood Nasir Library
Syed Mohd Dehlavi
KARACHI-18.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید النبیین والہ الطاہرین:-

ذہنیتوں کا اختلاف دنیا میں عجیب عجیب کرشمے دکھلاتا رہا ہے، کون مسئلہ ایسا ہے جس میں آراء و افکار ایک نقطہ پر جمع ہوئے ہوں اور اس میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہوا ہو یہانتک کہ ظاہری حواس سے جو چیزیں تعلق رکھتی ہیں وہ بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہیں۔ سوفسطائیوں نے بدیہیات کے وجود سے بھی انکار کر دیا اور حقائق عالم کو خواب پریشان کے مثل بے حقیقت سمجھ لیا۔ اکثر حسی چیزیں طویل عرصہ تک دریافت ہونے سے محروم رہیں اسلئے کہ وہ ذرائع و آلات موجود نہ تھے جن سے انکا ادراک کیا جاسکے۔

پانی کے جراثیم اور ہوا میں مخلوط شدہ ذرات اسی وقت احاطہ محسوسات میں داخل ہوئے جب آلات مکبرہ (مکراسکوپ) نے ایک ایک چیز کو ہزار ہزار گنا بڑا کر کے دکھانے کا بیڑا اٹھایا اور دور ترین آوازیں اسوقت گوش گذار ہونے کے قابل بن گئیں کہ جب تار برقی اور بے تار برقی کے فضائی پیغاموں کی ایجاد نے دنیا کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا۔

پھر جب ظاہری ادراکات کے حدود میں موجود ہونے والے اشیاء قوائے
ادراک کے نقص کی وجہ سے ہزاروں صدیوں تک مندرجہالت بنے رہ سکتی ہیں
تو جو چیزیں آنکھوں سے اوجھل اور ظاہری ادراکات سے بالاتر ہوں انہیں
انسانی خیالات ٹھوکریں کھائیں تو کچھ بعید نہیں ہے۔

لیکن جس طرح ظاہری حواس کے عجز و قصور کا علاج وہ آلات و ذرائع
تھے جن سے انکے ادراکات میں مدد ملی اسی طرح خارج از حواس ادراکات کیلئے
ادلہ و براہین وہ ہیں جو نقاب خفاء کو اٹھا کر خفی کو ظاہر اور مشتبہ کو متیقن
بنا سکتے ہیں اور یہی ذریعہ وہ ہے جس سے حقائق غیب کے ادراک کا دروازہ کھلتا ہے
حضرت ولی مطلق حجت عصر عجل اللہ فرجہ کے وجود اور حضرت کی غیبت کا
مسئلہ ایسا ہی جس میں خیالات نے بہت ٹھوکریں کھائی ہیں اور اکثر لوگ نقطۂ
حقیقت سے دور ہی رہے ہیں۔

خصوصاً موجودہ زمانہ میں جبکہ مادیت کا دور دورہ ہے اور روحانیت
تقویم پارینہ ہوتی جاتی ہے اور موجودہ فلسفہ کی بنیاد کو ذاتی مشاہدات پر مبنی
سمجھ کر لوگ مافوق الطبیعہ قوتوں اور انکے برکات کو خیال موہوم جانتے اور وہ
ہر چیز کو ظاہری حواس سے آزمانے کے متوقع نظر آتے ہیں وجود حجت کے انکار
کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو گیا ہے یعنی علاوہ اُن افراد کے جو اپنے مذہبی
مسلک کی بنا پر انکار ضروری سمجھتے ہیں ایسے اشخاص کی کافی تعداد پیدا ہو گئی

ہی جو اس قسم کے عقائد کو روشن خیالی کے خلاف سمجھتے ہوئے انکے انکار کو اپنی بلند نظری کا معیار جانتے ہین۔

تیسری طرف بہت سے خوش عقیدہ مسلمان جو ذاتی حیثیت سے نہ زمانے کی ہوا سے مادیت کے دلدادہ اور نہ مذہبی لحاظ سے وہ وجود حجت کے عقیدہ سے منافرت رکھتے ہین۔ زمانہ کے مشکلات اور مدت غیبت کے صبر آزما طویل انتظار کے مقابلہ مین شکست کھا کر اپنے مستحکم عقیدہ کو کھو بیٹھے ہین اور اگر نفی کے دائرہ مین قدم نہ بھی رکھین تو متزلزل ضرور ہین۔

چوتھی جانب وہ اشخاص جن کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے ناواقف مسلمانون کے عقائد سے کھیلنے مین لذت محسوس ہوتی ہے اُنھون نے اپنے تئین مہدی آخر الزمان بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا اور وہ اگرچہ گذر گئے باوجودیکہ دنیا قائم ہے جو خود اُنکے ادعائے مہدویت کی ایک بین شکست تھی لیکن اُنکے سادہ لوح معتقد ابھی دنیا کو اُنکی مہدویت کا حلقہ بگوش بنانے کے لئے انتہائی طاقت صرف کرتے ہین، اُنکے نزدیک اب کسی مہدی موعود کے وجود کی ضرورت نہ رہی اسلئے کہ اُنکے خیال کے مطابق مہدی کا ظہور افسانۂ ماضی بنچکا ہے۔

اس صورت حال کی بنا پر ضرورت اسکی محسوس ہوتی ہے کہ وجود حضرت حجت کے مسئلہ کو سلجھے ہوئے بیانات کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے جس مین انتہائی بے تعصبی و رواداری کے ساتھ نقطۂ حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہو،

اسلئے کہ مناظرانہ نوک جھونک اور الزامی اعتراضات وجوابات کسی مشکل کا صحیح حل نہیں ہو سکتے، وہ وقتی حیثیت سے فریق مقابل کی زبان میں گرہ اور لبون میں قفل ڈالدیں اور اُس سے عجز کا اقرار بھی کرالیں لیکن وہ ضمیر کو سرنگون نہ کر اُس سے اعتراف نہیں کر سکتے۔

اُسکے لیے تو ضرورت ہے کہ دل میں خلش کرتا ہوا کانٹا اور چبھتی ہوئی پھانس نکل جائے اور وہ جبھی ہوگا کہ جسوقت شک وشبہہ کے تمام اسباب پر منصفانہ بحث کر کے دنیا کو صبر وسکون سے اُن پر غور کرنے کا موقع دیا جائے

بحالت موجودہ اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر اس رسالہ کی بنیاد ڈالی گئی ہے مجھ کو یہ توقع نہیں ہے کہ اپنے موجودہ محدود وقت وفرصت میں میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر مکمل روشنی ڈال سکوں گا اور اسی بنا پر میں اس رسالہ کو اس سلسلہ کی پہلی قسط سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ آئندہ مناسب مواقع پر اس موضوع کے متعلق انشاءاللہ دیگر رسائل کی اشاعت ہوتی رہے گی۔

غیب کا اعتقاد

"غیب" یعنی ان دیکھی باتوں کا اقرار انسان کی زندگی میں ناگزیر ہی

وہ لوگ جو اپنے تمام معلومات کی بنیاد مشاہدات پر قرار دیتے ہیں اور عقلی ادلہ کا نام سنکر کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں اُن کو بھی گھوم پھر کر عقلی نظریات کے سامنے سر جھکانا ہی پڑتا ہے۔

مادّیین کے مقابلہ میں ہم نے کافی شرح بسط کے ساتھ اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہونچایا ہے کہ کسی نتیجہ تک پہونچنے کے لئے براہین عقلیہ کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے۔

یہاں تک کہ وہ چیزیں جو تمامتر محسوسات پر مبنی سمجھی جاتی ہیں اُن میں بھی جب تک ایک مقدمۂ عقلیہ کا ضمیمہ نہ لگے اُسوقت تک نتیجہ نکلنا محال ہے۔ اور وہ مقدمۂ عقلیہ ہمیشہ ظاہری احساسات سے خارج ہوتا ہے۔

تھرمامیٹر سے بخار کی تشخیص کرنے والے ڈاکٹر لاکھ کہیں کہ ہمارا علم مشاہدہ پر مبنی ہے اور اُن کا یہ کہنا ظاہری نظر میں صحیح بھی ہے اسلئے کہ حقیقۃً وہ اپنی آنکھ سے پارہ کو خاص درجہ پر دیکھکر حکم لگاتے ہیں لیکن گہری نظر سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس تشخیص کا سنگ بنیاد وہ تلازم ہے کہ جو مقدار حرارت اور پارہ کی رفتار میں پایا جاتا ہے اور یہ تلازم عقلی ہے جسکو ظاہری حواس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس تلازم کی بنا پر پارہ کی رفتار سے جسمانی حرارت کا پتہ لگانا اثر سے مؤثر کا ثبوت بہم پہونچانا نہیں تو کیا ہے اور اسی کا نام برہانِ انی ہے، لیکن

maablib.org

انھی لوگون کے سامنے جب برہان انی کا نام لیا جائے تو وہ اُس کو مسخرہ خیز ہنسی مین اڑا دین گے، یہ الفاظ کی بھول بھلیان مین پھنسکر معنی سے کنارہ کشی نہین تو کیا ہے۔

علوم و فنون کی بنیاد مقدمات عقلیہ پر ہی یہانتک کہ حساب و ہندسہ کے ایسے منضبط علم جو انتہائی درجہ احساس سے قریب ہین اُنھین بھی کلیات و ضوابط اور احکامِ عقل کے پابند ہین۔

دو اور دو کو چار کہنے والا کبھی کو کہدے کہ مین نے دو کو دو کے ساتھ جمع کر کے مشاہدہ کیا ہے کہ وہ چار ہوتے ہین لیکن یقیناً اُس کا مشاہدہ دس بیس نو دو سو مرتبہ سے زیادہ نہین ہے اُسکی بنا پر آخر اُس کو کلی حکم لگانے کا کیونکر حق حاصل ہوتا ہے کہ ہمیشہ دو کا دو کے ساتھ ضمیمہ چار ہی حاصل کرے گا اور اسی طرح اشکال اقلیدسیہ سے مسائل ہندسیہ کا استخراج اگرچہ اُس شکل کی محسوس صورت کا نتیجہ ہے لیکن وہ آزمائش کہ جو صرف ایک شکل کو بنا کر ہوئی ہے کسی عمومی کلیہ کی تصحیح مین کہان تک کافی ہوسکتی ہے۔

یقیناً حساب و ہندسہ دونون مین جزئیات کو دیکھکر کلیات کا استخراج ایک حکم عقل کے تحت مین ہے اور وہ یہ کہ حکم الامثال فیما یجوز وما لایجوز واحد یعنی ذاتی خصوصیات مین اتحاد کا لازمہ یہ ہے کہ آثار و خواص مین اتحاد ہو اور اس بنا پر جب ایک جگہ دو اور دو کا مجموعہ چار ہو گیا اور مثلث

متساوی الساقین کے دو زاویہ قائمہ حادہ و منفرجہ کے برابر ہو گئے تو معلوم ہوا کہ یہ ہوتا ہی ایسا ہے اور اسکے خلاف ممکن نہین ہے۔

پھر جب انسانی زندگی مین صرف آنکھ سے دیکھنے یا دوسرے ظاہری حواس کے ادراک پر اکتفاء ایک قدم آگے بڑھنے نہین دسکتی اور ایسی باتون کا اقرار ضروری ہی ہوتا ہے جو حواس کے ادراکات سے باہر ہین تو کسی حقیقت کا صرف اس بنا پر انکار کرنا کہا تک حق بجانب ہو سکتا ہو کہ وہ آنکھ سے اوجھل ہے بے شک اُس پر عقلی دلیل کے مطالبہ کرنے کا حق ہے اور یہ مطالبہ ہر وقت قابل سماعت ہوگا۔

مذہب کی بنیاد غیب کے اعتقاد پر

مذہب اگرچہ لغوی اعتبار سے مسلک کا مرادف ہو اور اس بنا پر جس کو لا مذہبیت کہا جاتا ہے وہ بھی مذہب ہی لیکن جس معنی سے کہ لا مذہبیت لا مذہبیت ہو اُسکے اعتبار سے مذہب کا سنگ بنیاد یہ ہو کہ انسان مادی شکست و ریخت کے آگے بھی کسی چیز کا قائل ہو۔ وہ غیر محسوس ہستی جس کو آنکھون نے دیکھا نہین اور کانون نے سنا نہین اور نہ دوسرے ظاہری حاسون نے اُس کا ادراک کیا اُسی کا نام فارسی مین خدا عربی مین اللہ اور ہر زبان مین اُسکے اعتبار سے

ہے اور اسی کا اعتقاد وہ ہے جس پر مذہب کی بنیاد قائم ہے۔
ایک انسان جب مذہب کے دائرہ مین قدم رکھتا ہے تو اسی وقت اُس غیبی طاقت کے سامنے سر جھکا دینا پڑتا ہے کہ جس کا مشاہدہ اُس نے بیداری مین کیا خواب مین بھی نہین کیا ہے اور نہ ہو سکنے کی توقع ہے لیکن فطری حیثیت سے اپنی رگ رگ کے اندر اسکے اعتقاد اور کامل یقین کو بجلی کی طرح دوڑتے ہوے پاتا ہے، وہ اپنی زندگی اور زندگی کے ہر نفس مین اُس کے قدرت کی نشانیون کو مضمر پاتا ہے لیکن خود اُس کا نشان نہین ملتا۔ وہ آنکھ بند کر کے بھی اپنی دنیا کو اسکے جلوون سے معمور دیکھتا ہے لیکن آنکھ کھول کر عالم کے چپہ چپہ کو ڈھونڈھ ڈالتا ہے اُس کا جلوہ کہین نظر نہین آتا وہ غیب ہے اور اکمل غیب، وہ ایسا نہین کہ اپنی آنکھون نے نہ دیکھا ہو لیکن دوسرے لوگون سے اسکے چشم دید معلومات بہم پہونچے ہون، ایسا بھی نہین اسلئے کہ اسکے مشاہدہ جمال کی پابندیان کسی خاص آنکھ سے مخصوص نہین بلکہ اُس کا پردہ غیبت اتنا ہمہ گیر ہے کہ جس سے کوئی مستثنیٰ نہین ہے اسکی غیبت کسی محدود وقت صدی دو صدی ہزار دو ہزار سال کی مدت سے مقید بھی نہین ہے کہ جسکے قبل اسکے مشاہدہ کرنے والون کے بیانات نے اسکے وجود کا پتہ دیا ہو بلکہ وہ ایسی غیبت ہے جو زمانہ کے ابتدا اور انتہا کے حدود سے بالاتر ہے۔

عقیدۂ الوہیت کی منزل کو طے کرنے کے بعد اُسکی آنکھون کے سامنے شرائع و نبوات کا مرحلہ آجاتا ہی اور اُس مین مختلف راستون کو دیکھکر اسکے لئے ناگزیر ہی کہ وہ کسی نہ کسی راستہ کا سالک ہوجائے۔

انبیاء و مرسلین کا وجود اپنے اپنے زمانہ مین اگرچہ تعینات کا پابند اور حواس ظاہریہ سے محسوس ہی لیکن آنے والی نسلون کے لئے وہ بھی غیب کی نوعیت رکھتا ہی اور اُس کا اعتقاد صرف مشاہدہ پر مبنی نہین ہی۔

اسکے بعد انبیاء کے تعلیمات اور تبلیغی ہدایات اُسکے سامنے ایک وسیع میدان غیبی اعتقادات کا پیش کردیتے ہین حشر نشر جنت دوزخ حساب کتاب غرض یوم معاد کا عقیدہ جو اگرچہ کسی نہ کسی نوعیت کے ساتھ ہر مذہب مین پایا جاتا ہی لیکن مکمل طور پر اسلام مین پیش کیا گیا ہی وہ اپنے ساتھ غیبی باتون کے اعتقاد کا ایک بڑا مبسوط باب سامنے لاتا ہے جسکے تسلیم کرنے سے ایک پابند مذہب کے لئے گریز ممکن نہین ہی۔

اسلامی کتاب محکم قرآن مجید کے تسلیم کرنے پر انسان کو مجبور ہونا پڑتا ہی کہ وہ ملائکہ کے وجود کا بھی اقرار کرے اور وہ عقول مجردہ نہین تو اجسام لطیفہ نورانیہ ہین اور نظرون سے غائب ہین۔

معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کی بنیاد غیب کے اعتقاد پر ہے یعنی جو کسی غائب چیز پر ایمان کو اپنے ذوق مشاہدہ کے لئے ننگ سمجھتا ہو اُسے آخری نقطہ سے لیکر اول تک

تمام حقائق مذہب کا انکار ضروری اور دنیا کے تغیرات کو ذرات مادہ کے تفعلات

کا نتیجہ سمجھنا لازمی ہے۔

لیکن لطف یہ ہے کہ مادیت کو اپنے درد کا مداوا سمجھ کر اختیار کرنا بھی غیب کے

اعتقاد سے پورا چھٹکارا نہیں دیتا، اسلئے کہ ذرات مادیہ یعنی جواہر فردہ کے

متعلق اُنکے ماننے والے خود معترف ہیں کہ وہ بڑی سے بڑی خوردبین سے بھی دیکھنے

کے قابل نہیں ہیں اور نہ ابتک اُن کا مشاہدہ ہو سکا ہے۔ اور اسی طرح طبیعت

کی طرف لو لگانے والوں سے پوچھو کہ تم نے کبھی طبیعت کو دیکھا بھی ہے ؟

توجواب نفی ہی میں ملے گا۔

دنیا لاکھ حکم لگائے لیکن اُسے غیب کے سامنے سرنگون ہونا ضروری ہے اور

اُس سے چھٹکارا ناممکن ہے۔ قرآن کریم نے صاف غیر مبہم لفظوں میں غیب کے عقیدہ

کو اہمیت دی اور ارشاد کیا۔

ذلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون

بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون۔

"یہ کتاب قرآن مجید بے شبہ ہے، وہ رہنما ہے متقین کا (متقین کون)

وہ جو غیب پر ایمان لائے ہیں اور نماز کو قائم کرتے اور ہمارے دئے ہوئے

اموال سے زکوٰۃ دیتے ہیں"۔

اس طرح ایمان کا رکن اعظم غیب کا اعتقاد قرار پایا اور وہی تمام اصول

عقائد کا سنگ بنیاد اور اصل واساس ہے۔

اور اس بنا پر ایک صاحب مذہب اور ثابت العقیدہ مسلمان کو یہ حق نہین پہونچتا کہ وہ کسی حقیقت کا اس بنا پر انکار کرے کہ وہ آنکھون سے غائب ہے۔

جبکہ وہ کارساز عالم کے وجود کا اقرار کرچکا اور وہ غائب ہے انبیاء کی صداقت کو تسلیم کرچکا اور وہ اسکی آنکھون کے سامنے نہین روز حشر اور اسکے خصوصیات نیز جنت و دوزخ کا اقرار کرچکا حالانکہ وہ سب غائب ہین۔ ملائکہ پر ایمان لاچکا اور وہ اسکی آنکھون سے غائب ہین۔ غرض قرآن مجید اور تعلیمات رسول کریمؐ کے تحت مین معلوم کتنی باتون پر اُسے ایمان لانا پڑا جو اُس کے مشاہدہ سے بلند ہین۔

اتنی غیبی باتون پر ایمان لانے کے بعد بھی کیا اس کا موقع ہے کہ وہ کسی عقیدہ سے اس لئے روگردانی کرے کہ وہ مشاہدہ سے خارج اور غیب پر مبنی ہے۔

غیب مے اعتقاد کا معیار

اس مین شبہہ نہین کہ ان دیکھی باتون کے سلسلہ مین توہم پرستیون کی کارفرمائی اکثر ایسے خیالات کا پابند بنادیتی ہے جو بالکل بے بنیاد ہین اور کسی صحیح مستند پر مبنی نہین ہین۔ جاہلی عربون کے خرافات اور قدیم ہندوستانیون کے وہمی اعتقادات اور چینیون کے بے بنیاد توہمات مین اس قسم کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔

اور اس لئے غیب پر اعتقاد کے سلسلہ مین دو باتون کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) یہ کہ وہ اعتقاد خلاف عقل یعنی عقلی نقطۂ نظر سے غیر ممکن الوقوع نہو
خلاف عقل کے تحت مین وہی چیزین داخل ہوسکتی ہین جن کے ممتنع اور ناممکن ہونے پر
عقلی دلیل قائم ہو لیکن صرف مقررہ نظام عادت کے خلاف ہونا اسکے محال سمجھے جانیکی
سند نہوگا۔ کتنے حوادث زمانہ مین ایسے ہوتے رہتے ہین جو نظام عادی کیخلاف ہین خصوصاً اختراعات و ایجادات
کی کثرت روزانہ ایسے نمونے پیش کرتی رہتی ہے جن کا نام لینا ایک وقت مین مضحکہ خیز سمجھا جاسکتا تھا
پھر جب انسان اپنی محدود دائرہ افکار رکھنیوالی ذاتی موشگافی وبلند پروازی سے مقررہ نظام طبیعت کے پردہ کو
چاک اور شیرازہ کو منتشر کرسکتا ہے تو اس سے مافوق طاقت جو اس نظام عادی کی مقرر
کرنے والی اور موجودہ مخترعات وصنائع کے اصلی مواد مین اس نظام کو توڑ دینیوالے
حیرت انگیز خواص وآثار کی ودیعت کرنے والی ہے کب اسبات سے عاجز ہوسکتی
ہے کہ وہ مخصوص مصالح کے تحت مین دنیا کے سامنے قانون عادت کے خلاف
مظاہرات کی نمائش کرے۔ معجزات انبیاء کا تعلق بھی ایسی ہی باتون سے
ہوا کرتا ہے کہ جو مقررہ نظام دنیا کے خلاف ہین لیکن کسی عقلی بداہت یا نظریہ کے
خلاف نہین ہین اور نہ انکے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم ہے

(۲) یہ کہ اس اعتقاد کی حقانیت پر کوئی مستند عقلی دلیل یا نقلی کہ جس کا اعتبار
یقینی طور پر ثابت ہوگیا ہے موجود ہو اور چونکہ نقلی دلیل کی صداقت بھی آخر مین
عقلی فیصلہ کی بنا پر پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے اسلئے کسی اعتقاد کی حقانیت کا انتہائی

مستند ہمیشہ عقل ہی جس میں شک شبہہ کی الا کش نہو۔

اس معیار کے مطابق کسی غیبی امر پر ایمان لانے والے اور اُسکے منکر کے درمیان میں دو مطالبہ ہیں جو تبادلۂ حقوق کے طور پر ایک کی جانب سے دوسرے پر عائد ہوتے ہیں۔

منکر کی جانب سے تو اس مطالبہ کے پیش کئے جانے کا حق ہے کہ اُس غیبی عقیدہ کا مستند کیا ہے اور کونسی عقلی و نقلی دلیل ایسی ہے جو اُس عقیدہ کا پابند بنا سکتی ہو اور مدعی کی جانب سے اس مطالبہ کا حق ہے کہ یہ عقیدہ کس عقلی بداہت یا نظریہ کے خلاف ہو اور اُسکے غیر ممکن الوقوع ہونے کی کیا دلیل ہے؟

اگر فریق اول کو اُسکے مطالبہ کا تسکین دہ جواب مل گیا یعنی اُسکے سامنے ادلّہ و براہین کی صف بندی اس طرح ہو گئی جو اُس عقیدہ کو پایۂ ثبوت تک پہونچانے کی ضامن ہو اور فریق ثانی کا مطالبہ پورا نہیں ہوا یعنی اُسکے غیر ممکن ہونے پر کوئی دلیل ٹھیک نہ ثابت ہوئی تو یہ اُس غیبی اعتقاد کی صداقت و حقانیت کا مستند اور اُسکی سچائی کا مکمل ثبوت ہوگا۔

دنیا میں انکار غیب کے کرشمے

یہ تنگ خیالی نہیں تو کیا ہو کہ انسان اپنی دنیا کو محسوسات میں محدود سمجھ لے اور محسوسات بھی وہ جنھیں کوتاہ نظری کی حدیں قائم ہیں۔

تاریکی میں آنکھ کھولنے والا عالم کو سیاہی کا موجزن دریا اور اپنے ہی اپنے کو اُس کا شناور اور کال کوٹھری میں زندگی گذارنے والا دنیا کو کال کوٹھری کی چار دیواری کا نام خیال کرے۔

اسکے معنی یہ ہونگے کہ گولر کے کیڑوں کی دنیا وہی گولر کی اندرونی فضا ہے اور بس۔ باوجودیکہ قوت عاقلہ جو نوع بشر کے لئے طرۂ امتیاز ہے اور جس کا کام نظر میں وسعت پیدا کر کے غیر محسوس اشیاء پر حکم لگانا اور محسوس جزئیات سے کلی صور کا جو اپنی کلیت کے ساتھ غیر محسوس میں ہیں استخراج کرنا ہے وہ اس تنگ خیالی کی دشمن اور کوتاہ نظری کے لئے حریف مقابل ہے لیکن افراد بشر کے اوپر وہم کی کار پردازی اکثر عقل کی بلند نظری سے زیادہ غالب آجاتی ہے اور محسوسات کے ساتھ کامل انس و محبت اس کو غیر محسوس حقائق کے باور کرنے سے روکتا ہے اور اس طرح حقائق غیب کے انکار کا دروازہ کھلتا ہے۔

فلسفہ مذاہب اور تاریخ ادیان کا مطالعہ اس کا اندازہ کراتا ہے کہ دنیا ہمیشہ طرح طرح سے غیب کی باتوں کا انکار کرتی رہی، اس کی طبیعت پر غیب کا اعتقاد اتنا گراں محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی غیبی اعتقاد کے نقطہ پر بغیر ٹھٹکے ہوئے آگے نہیں بڑھتی۔

پہلی منزل پر رکنے کے بعد اگر قدم آگے بڑھ گیا تو ممکن ہے دوسری منزل قدم کو روک دے اور دوسری کے آگے تیسری منزل سنگ راہ ثابت ہو اور اگر

maablib.org

عقل نے یاوری کر کے لفظی حیثیت سے غیب کا اقرار کرا دیا تو معنی کے اعتبار سے غیب کو شہود بنانے کی کوشش ضروری سمجھی گئی۔

سب سے پہلے اولین نقطۂ حقیقت یعنی غیب الغیوب حضرت احدیت کے وجود میں اختلاف پیدا ہوا، بہت سے لوگوں نے اس عالم کے لیے کسی خدا کے وجود ہی کو ضروری نہ سمجھا اور وہ چند فریق پر منقسم ہو گئے۔

ایک وہ کہ جو اس عالم کو ذرات مادہ جواہر فردہ کے تفعلات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، اُن کا خیال ہے کہ وہ ذرات جن سے فضائے عالم مملو ہے ذاتی طور پر متحرک ہیں اور اُنہی کے ذاتی حرکات سے جو تصادم پیدا ہوتا ہے اُس سے تمام حادث ہونے والے اشیاء کی تخلیق ہوئی ہے۔

دوسرے وہ جنھوں نے طبیعت کے دامن میں پناہ لی اور بےحس ولاشعور طبیعت کو اپنے درد کا درمان سمجھ کر بخیال خود غیب کے اعتقاد سے چھٹکارا حاصل کیا۔

تیسرے وہ جنھوں نے حوادث کو اتفاقی اسباب کے حصول کا نتیجہ قرار دے کر انکے لیے کسی خاص علت العلل کے وجود سے انکار کیا۔

بہت سے لوگ ایسے تھے کہ انھیں اس عالم کے لئے ایک خالق کا اقرار تھا لیکن عبادت کے لئے وہ اسکے محسوس مظاہر کے جویا نظر آنے لگے۔ کبھی ستاروں کی تابندگی نے انکے دلوں کو لبھایا اور وہ ستارہ پرستی کی طرف متوجہ ہوئے۔ کبھی آفتاب کی عظمت نے انکے وجدان کو مسخر کیا اور وہ آفتاب کے

سامنے سرنگوں ہوئے۔ کبھی آگ کی شعلہ وری اُنکی فریفتگی کا باعث ہوئی اور وہ آپکے لئے سربسجود نظر آئے۔ انہیں سب سے زیادہ پست فطرت وہ تھے جن کو عبادت کے لئے اپنے ہاتھ کے ترشے ہوئے بت اچھے معلوم ہوئے اور اُنھیں اپنی نجات کا ذریعہ خیال کر لیا۔

وسعت فکر نے ترقی کی اور خدائے برحق کے وجود کا اقرار ہوا لیکن مشاہدہ پرستی کے جذبہ نے ساتھ نہ چھوڑا اور اس جذبہ نے مختلف صورتیں اختیار کیں۔

خدا کے لئے مخلوق کے سے صفات، مخلوق کا سا جسم، مخلوق کے سے اعضاء و جوارح تجویز کئے اور اُسے اچھا خاصہ آدمی بنا کر تخت سلطنت (عرش) پر متمکن بنا دیا۔

خدا کے لئے ظاہری جسموں میں حلول کو جائز سمجھ کر عالم مادی میں اُسکی آمد و رفت کا دروازہ کھولا۔

خدا کو اپنی لاہوتیت سمیت ابن آدم (انسان) کے ساتھ متحد بنا کر اُسکو سولی پر چڑھایا جس سے وہ فریاد کرتا ہوا دنیا سے سدھارا۔

خدا کو ایک غیر محدود سمندر کے مثل قرار دے کر کائنات عالم کو اُس سے پیدا شدہ موجیں، برف کی چٹانیں، اٹھے ہوئے بلبلے کے مثل بتلا کر "ہمہ اوست" کے عقیدہ کی بنیاد ڈالی اور اس طرح جو کچھ نظر آتا ہے اُس سب کے خدا ہی خدا ہونیکا خیال قائم کیا۔ خدا کو باوجود جسمانیات سے منزہ ہونے کے ظاہری اقرار کے

maablib.org

قابل رویت قرار دیا اور جوش عقیدہ اختصاص کے لیے چودھوین رات کے چاند کی طرح اسکے مشاہدہ کی اُمیدین باندھ دین۔

یہ سب نتیجہ ہے اس کا کہ طبیعت غیب کے اعتقاد پر جمتی نہین، اگر عقل نے کافی طاقت کیساتھ مغلوب کر کے نفی مطلق اور بالکلیہ انکار سے ہٹا کر اقرار پر مجبور کیا تو اُس غیب کے عقیدہ مین محسوسات پر قیاس کی آمیزش اتنی ہو گئی کہ غیب اپنی اصلی صورت پر باقی نہ رہا اور ایک نئی چیز ہو گئی جو خالق نہین بلکہ خود ان لوگون کے وہم اور خیال کی مخلوق ہی۔

یہی غیب کے اعتقاد سے اجنبیت تھی جس نے قوم موسی سے " یا موسی لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ " اے موسی ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائینگے جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لین" کی آواز بلند کرائی اور نتیجہ مین صاعقہ عذاب سے جل کر خاکستر ہونا پڑا۔

اسی انکار غیب کے تحت مین حشر و نشر اور معاد و حیات ثانیہ کے عقیدہ پر خط نسخ چلا اور اس کا صراحۃً یا اشارۃً انکار کیا گیا۔

کبھی انسان کی جزا و سزا کو تناسخ کی بنیاد پر مختلف قالبون کے تغیر و تبدل مین منضم قرار دیا گیا اور اسکے آگے کسی روز جزا کی ضرورت نہ سمجھی اور کبھی ثواب و عقاب کو روح کے اس انکشاف بدن سے مجرد ہونے کے بعد اور اکات کے کامل ہونے سے اطاعت پر ابتہاج اور معصیت سے تألم کا نام قرار دیا گیا اور اسکے آگے کسی جنت و

دوزخ کا وجود ضروری نہ سمجھا گیا۔

اور کبھی قیامت اور اُسکے آثار کو تمامتر دنیا ہی کے تغیرات اور پیدا شدہ عظیم انقلابات کا نام بتلایا گیا۔

عقیدۂ غیب کے انکار نے اتنی ترقی کی کہ خود اپنے وجود کا انکار ہوا یعنی جسم کے اندر کسی روح مجردہ اور نفس ناطقہ کو کوئی شے نہ سمجھا گیا اور انسانی زندگی کو صرف اخلاط و اجزائے بدن کے فعل و انفعال اور پیدا شدہ مزاج کا نتیجہ قرار دے لیا گیا۔

اگرچہ مسمریزم اور تسخیر ارواح کے مظاہرات نے یورپ کے اندر تزلزل پیدا کر دیا ہے اور بہت سے افراد اب روح کے وجود پر ایمان لے آئے ہیں لیکن اب بھی یورپ کی اکثریت انسان کیلئے مادی قویٰ و جوارح کے علاوہ کسی روح کے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔

اوّل کا آخر سے تطابق

امام غائب کے وجود کا انکار

جب انکار غیب کے اتنے نمونے سامنے آچکے تو کوئی تعجب باقی نہیں رہتا کہ امام غائب کے وجود میں عقول و اوہام نے لغزش کی اور حضرت کی غیبت کا

انکار کیا۔

بالکل اسی طرح جیسے مبدأ اول کا انکار مختلف صورتین اختیار کرتا رہا اور اُس نے رنگ رنگ کے لباس پہنے ویسے ہی امام غائب کے انکار کا عقیدہ جداگانہ شکلین اختیار کرتا رہا۔

بعض لوگون نے کسی مہدی موعود کے انتظار کو تسلیم ہی نہین کیا اور بعض نے اس کو تسلیم کرتے ہوے اُسکے شخص معین ہونے سے انکار کیا بلکہ وہ اُسے نوعی حیثیت سے ایک مصلح کے معنی مین سمجھے اور بعض نے اُسکے شخص معین تسلیم کرنے کے بعد اُسکے پردہ غیبت مین موجودگی پر خط انکار کھینچا اور اُس کو کسی آیندہ موقع پر موجود ہونے والا بتلایا اور بعض نے ایک ظاہر شدہ شخص کو مہدی موعود قرار دے کر اُسی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

دو برس کا عرصہ ہوا کہ مصر کے رسالہ "سیاست" جلد ۲ نمبر ۹۶ مین ایک مضمون "زکی نجیب محمود" کے نام سے "مہدی منتظر، اُنکی نشو و نما اور اطوار" کے عنوان سے عربی مین شایع ہوا تھا جس مین مختلف توہمات کی بنا پر حضرت حجت عجل اللہ فرجہ کے وجود پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی جس کا جواب اُسی زمانہ مین شام کے معزز مجلہ علمیہ "العرفان" مین شایع کر دیا گیا تھا، اس مقام پر اُس مضمون کے بعض اقتباسات کا نقل کرنا خالی از دلچسپی نہو گا۔

مضمون نگار نے لکھا ہے "انسانی دور زندگی مین اکثر ایسی صورتین پیش

آجایا کرتی ہیں کہ جماعت بندی اور افتراق و اختلاف کا غلبہ ہوتا ہے اُسوقت
اکثر سادہ لوح حلقوں میں اس خیال کا ظاہر کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ عنقریب
آسمان سے ایک شخص اُترے گا جو عالم کے نظام قانون کو مستحکم بنا کر بنی نوع
بشر میں عدل و امان کا دور دورہ کر دے، یہ سیدھی سادھی عقلیں جب
کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو آلہی قوت کی طرف لو لگاتی ہیں اور یہ خیال
کسی ایک طبقہ سے مخصوص نہیں بلکہ یہود مسیحی، مسلمان فرقوں میں برابر سے پایا
جاتا ہے ؛ یہ خیال بہت طویل زمانہ سے مسلمانوں کی عقلوں کو بازیچۂ اطفال
بنائے ہوئے ہے یہانتک کہ آج بھی اکثر اشخاص کی عقل پر پورا غلبہ
رکھتا ہے "
یہ عبارت وہ ہے جس کو مضمون نگار نے اپنے آیندہ خیالات کی تمہید قرار
دیا ہے، دورِ جدید میں دہریت و مادیت کے غلبہ نے جن توہمات کا ایجاد
کیا ہے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بنی نوع انسان کو عالم کون و فساد کے طبعی
تغیرات نے جب مرعوب بنا دیا تو دل کے بہلانے کے لئے عالم طبیعت سے مافوق
ایک خدا کا ماننا ضروری سمجھا گیا جس کی طرف شدائد اور سختیوں میں رجوع
کر کے اس سے نجات کی خواہش کی جائے اور سوائے دل کی ڈھارس کے لئے
ایک سہارا پیدا کرنے کے اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔
اگر دیکھا جائے تو مضمون نگار کی مذکورہ بالا عبارت بھی اسی خیال کی

ترجمانی کر رہی ہے اور درحقیقت یہ بھی انہی آوازون کی صدائے بازگشت اور اسی تصویر کا نقش ثانی ہے۔

یہ ارباب دیانت جن کے عقائد کو مضمون نگار نے پیش کیا ہر خدائی قانون کے پابند اور ایک شریعت کے پیرو ہین انھون نے اپنے روحانی رہنایان ملت کے واسطے سے ربانی بشارات وارشادات کی بنا پر اس اعتقاد کو قائم کیا ہے۔

کیا ان کے خیال کا مضحکہ اڑانا اصل مرکز حقائق مبدأ فیض خدائے وحد کے وجود مین شک کا نتیجہ ہے یا انبیاء کی صداقت یا ان بشارات کے انکی زبان سے صادر ہونے کے انکار کا ثمرہ ہے۔

اگر مبدا اول کے وجود مین جرح وقدح منظور ہے تو صاف طور سے اسکی تصریح ہوجانا چاہیے تاکہ ادلہ کی صف بندی مناسب طریقہ سے انجام پذیر ہو اور کلام اپنے واقعی اصول ومبانی پر پیش کیا جائے اور یہی صورت صداقت انبیاء کے انکار کی بھی ہے۔

رہ گیا ان مستند انبیاء کی زبان سے ان بشارات واخبار کا صادر ہونا اسکے اثبات کے لئے ہر مذہب اپنے معتبر ترین اسانید سے بہت کچھ پیش کرسکتا ہے۔ اور ایک مسلمان کا فرض صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے نبی آخر الزمان کی زبان سے مستند طرق کے ساتھ حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ کے ظہور کی خبر کو ثابت کر دکھائین اسلئے کہ اسلام کے دونون فریق شیعہ سنی کی کتابین ان احادیث

سے مملو ہین۔

مضمون نگار رقمطراز ہے کہ "ابتدا اس اعتقاد (اعتقاد مہدی موعود) کی حسین بن علی کی شہادت سے ہوئی جو ۶۱ھ مین کربلاے معلی کی زمین پر قتل کئے گئے اور انکے قتل سے اسلام کو سخت صدمہ پہونچا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام اطراف ملک مین بغاوت پھیل گئی اور اضطراب پیدا ہو گیا، ایسی صورت مین فطری اقتضا اس کا تھا کہ لوگون کو خدا کی طرف توجہ پیدا ہو اور تھوڑے زمانہ کے بعد یہ اعتقاد قائم ہو گیا کہ اس خلفشار کے دور کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کو خداوند عالم نے اپنی طرف سے مبعوث کیا ہو اور وہ امت کی ہدایت کے کام کو انجام دے مسلمانون کا یہ اعتقاد ہے کہ مہدی ایک مدت کی غیبت کے بعد ظاہر ہونگے یعنی انکی وفات نہین ہوئی ہے اور عبد اللہ بن سبا ایک شخص جو عثمان کے زمانہ خلافت مین مسلمان ہوا تھا وہ اٹھا اور اس نے کہا کہ امام ثانی عشر شیعون کے ائمہ مین سے محمد بن الحسن العسکری (علیہما السلام) ہین، وہ اپنے گھر مین جو شہر حلہ کے اندر تھا سرداب مین داخل ہوے اور اس مین غائب ہو گئے اور عنقریب آخر زمانہ مین ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینگے اور شیعون کی ایک کثیر جماعت نے اس شخص (عبد اللہ بن سبا) کے خیال کا اعتقاد کر لیا اور یہ لوگ ابتک مہدی موعود کا انتظار کرتے ہین اور اسی لئے انکو منتظر کہتے ہین اور یہ لوگ ہر شب اس سرداب کے دروازہ پر جہان انکے خیال مین امام کی

غیبت ہوئی ہے کھڑے ہوتے ہیں اور آپ کا نام لیکر آواز دیتے ہیں اور جب رات تاریک ہوتی ہے تو اپنے اپنے گھر واپس ہوتے ہیں اور پھر دوسری رات کو اسی طرح جمع ہوتے ہیں۔"

ہم نے اس پوری طویل عبارت کو صرف اس لئے نقل کر دیا کہ ناظرین کو اندازہ ہو کہ اسوقت شیعہ فرقہ کے متعلق دنیا میں کس قسم کے بے سروپا خیالات کی اشاعت کی جاتی ہے، نیز اس عبارت میں جس صداقت دامانت اور واقفیت سے کام لیا گیا ہے اُس پر عالم مطبوعات کو افتخار کا موقع حاصل ہو سکے۔

کیا کہنا اس تاریخی اجتہاد کا؟! مضمون نگار کا خیال ہے کہ عبداللہ بن سبا جو عثمان کے زمانہ خلافت میں مسلمان ہوا تھا اور جس کو علی بن ابیطالبؑ نے اپنے زمانہ میں یعنی ۴۰ھ سے پہلے کفر و غلو اور حضرتؑ کے بارے میں الوہیت کے اعتقاد کی وجہ سے قتل کیا وہ ۲۶۰ھ کے بعد اٹھا اور اُس نے یہ اعتقاد شایع کیا کہ مہدی امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں، کیا ایسی تحریروں پر تاریخ اور علم بلکہ شرف انسانیت آٹھ آٹھ آنسو نہ روتے ہونگے، اس کے علاوہ کون شخص نہیں جانتا کہ ہمارے ائمہ معصومینؑ میں سے کسی بزرگ کا قیام کبھی حلہ میں نہیں رہا اور نہ وہاں ان حضرات میں سے کسی کا گھر ہے نہ سرداب بلکہ حلہ اُس زمانہ تک موجود بھی نہ تھا، امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کا قیام عباسی بادشاہی کی جانب سے حکم نظر بندی کی وجہ سے سامرہ میں رہا اور وہیں ۲۵۶ھ میں امام مہدیؑ

کی ولادت ہوئی اور حضرت کے متعلق آخر میں جو واقعات پیش آئے اُن میں سے
یہ تھا کہ عباسی بادشاہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادہ
مہدی موعود کی جستجو میں مصروف ہوا اور اُسی دوران میں ملازمین سلطانی
نے اُس سرداب کے اندر بھی ہجوم کیا جہاں حضرت کا قیام تھا لیکن خداوند عالم
نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت کو ان کی آنکھوں سے مخفی رکھا اور اس کرامت
باہرہ کی وجہ سے شیعوں کی نظر میں اس سرداب کو اہمیت حاصل ہو گئی، شیعوں کا
اعتقاد ہے کہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ روئے زمین پر موجود ہیں لیکن حکم خدا سے
لوگوں کی نظریں آپکے مشاہدۂ جمال سے قاصر ہیں اور حضرت غائب رہیں گے
یہانتک کہ خدا آپ کو ظہور کا حکم دے گا اس بنا پر شیعہ افراد جب امام علی نقیؑ و
امام حسن عسکری سلام اللہ علیہما کے قبور مطہرہ کی زیارت کو سامرہ جاتے ہیں
تو مذکورہ بالا کرامت کی یادگار میں تیمن و تبرک کے طور پر سرداب کی زیارت
بھی کرتے ہیں جس میں رات دن کی کوئی خصوصیت نہیں، وہاں نماز پڑھتے اور
جس طرح تمام مقامات مقدسہ اور مخصوص متبرک ایام میں جناب باری عز اسمہ
سے دعائیں کرتے ہیں اُسی عادت کی بنا پر اس سرداب میں بھی خداوند عالم
سے ظہور حضرت حجت کی دعا کرتے ہیں۔

سابق زمانہ کے مصنفین اگر ناواقفیت کے باعث اس قسم کے امور سے
اپنی کتابوں کے صفحات کو سیاہ کریں تو قابل تعجب نہیں لیکن موجودہ زمانہ میں

جو روشنی کا دور کہا جاتا ہے اس قسم کے افترا پردازی کی نمائش بہت زیادہ قابل افسوس ہے۔ اگر کسی کو اسلامی عقائد یا حضرت امام مہدی ع کی غیبت کے مسئلہ میں علمی حیثیت سے اعتراض ہو تو اس کو انکشاف حقیقت کے لئے سامنے آنا چاہیے ہمارے پاس ادلہ عقلیہ و نقلیہ کی کمی نہیں لیکن افترا و بہتان کے مظاہرہ کی کیا ضرورت ہے۔

مضمون نگار نے امام مہدی ع کے متعلق شیعوں کے عقائد پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ "اس اعتقاد کا امت اسلامیہ میں ایک بہت برا نتیجہ جو ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ اکثر دجالی سیرت اور دغاباز اشخاص کو اسکا موقع ملگیا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کریں"

مضمون نگار کو ذرا سمجھ کر اعتراض کرنا چاہیے، یہ نتیجہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے خداوند عالم کے اعتقاد میں بھی پیدا ہوا ہے اس لئے کہ بہت سے انسانوں نے اپنے متعلق الوہیت کا دعویٰ کیا یا دوسرے لوگوں نے انکے متعلق الوہیت کا اعتقاد کر لیا اور ایسا ہی نتیجہ نبوت و رسالت کے اعتقاد میں بھی پیش آیا کیونکہ ابتدائے اسلام کے بعد مسیلمہ و سجاح وغیرہ نے دعوائے نبوت کیا اور نصاریٰ کے کتب عہدین میں بھی بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت کا اشارہ موجود ہے لیکن اس قسم کے نتائج درحقیقت گمراہی اور دجالی سیرتی کے نتائج ہیں اس میں واقعات و حقائق کا کوئی قصور نہیں ہے۔

امام کی ضرورت و مسئلہ امامت کی مختصر تحقیق

وجود امام کے فوائد اور غیبت امام کے اسباب و اسرار

نبی کی ضرورت؟ یہی کہ نوع بشر اپنے اجتماعی و انفرادی نظام زندگی میں ایک قانون کی محتاج ہے وہ قانون اگر کسی غیر معصوم خطا کار انسان کے ہاتھوں پہونچایا جائے تو خود اسکی جانب سے اُس میں کتر بیونت کاٹ چھانٹ کا اندیشہ ہے اور صلاح کے بدلے فساد کا احتمال ہو۔ اس صورت میں دوسروں کو بھی ایسے شخص پر اعتماد کر لینے کی وجہ نہیں اور نہ سر تسلیم خم کر دینے کا کوئی باعث ہو۔ اگر اکثریت کا فیصلہ پورے طور پر حق و صداقت کا ذمہ دار ہوتا تو قانون شریعت کو اکثریت کے آراء پر چھوڑ دیا جاتا اور کسی خاص تشریع و قرارداد اور تبلیغ و تلقین کی ضرورت نہ پڑتی لیکن افسوس ہو کہ خطا کاروں کی اکثریت خطا سے بلند نہیں ہے اور اسلئے ضرورت ہوئی کہ وہ شخص جو قانون زندگی کا مبلغ ہو خدا کی طرف سے مقرر اور واضح نشانیوں کے ساتھ مبعوث ہو جو اسکے حقانیت کی دلیل ہو سکیں۔

پھر افراد نوع کی تلون مزاجی اور خواہش پرستی اس امر کی بھی ذمہ دار نہیں ہے کہ ایک مرتبہ صحیح تعلیمات حاصل کرنیکے بعد وہ پورے ثبات و استقامت کے

ساتھ اُن کو باقی رکھیں ورنہ کسی ایک نبی کے مبعوث ہونے کے بعد پھر دنیا کو کسی نبی کی ضرورت نہ تھی اور اس صورت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کے مبعوث ہونے کی کیا ضرورت تھی؟

قانون قدرت بدل نہیں سکتا، نظام طبیعت پلٹنے کا نہیں، امم سابقہ کی تاریخ کا مطالعہ کرو، اقوام عالم کے طبائع و اخلاق کے انقلاب پر نظر ڈالو۔ ہر ہر زمانہ میں تجدید شریعت و ارسال رسل کے فلسفہ میں تعمق کرو کس طرح ایک نبی کے ہدایات اُسکی قوم میں تقویم پارینہ سمجھے جانے لگتے اور ایک دوسرے نبی کی بعثت سے تجدید شریعت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔

یہ اُن انبیاء کا تذکرہ ہے جن کی شریعتیں مقید اور جن کی نبوت محدود زمانہ کے ساتھ محدود تھی۔ آسان تھا ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کا مبعوث ہوکر اگلی شریعت کے نقش کو از سر نو تازہ کر دینا اور دوسری شریعت کے ذریعہ سے نوع بشر کی ہدایت کا احیائے ثانیہ ہو جانا، یہی سنت الٰہیہ سابق زمانہ کی امتوں میں برابر قائم تھی ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تحویلا۔

لیکن وہ نبوت جو صحیفۂ انبیاء کے لئے مہر اختتام اور جس کی خاتمیت کا اعلان ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے صاف و صریح ترین لفظوں میں ہو چکا ہو جس کی انتہا انتہائے دور فلک کی ہمعنان اور جس کا امتداد امتداد عمر دنیا کا ہمنفس ہو یعنی اُس نبی کی نبوت جسکے بعد کوئی نبی

اور جس رسول کے بعد کوئی رسول آنے والا نہو اس نبی و رسول کے انتقال پر اُسکی شریعت کے لئے حافظ کی ضرورت ہی جو اُس شریعت کی نگہداری کرے اور اُسکو تغیر و تبدیل سے بچا سکے۔ اسی کا نام امام ہی اور وہی جانشین رسول اور خلیفۂ بالحق کہے جانے کا مستحق ہے۔

اگرچہ امام کی لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے وسیع ہی، امام کے لغوی معنی پیشوا کے ہیں اور اسی حیثیت سے جماعت میں نماز گذاروں کے مقتدا کو امام کہا جاتا ہے لیکن جناب اقدس الٰہی کی قرارداد کے مطابق امامت ایک خاص منصب اور مرتبہ کا نام ہے جس کو وہ صرف اپنے انتخاب سے قابلیت و استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

کسی منصب و عہدہ کی حقیقت و ماہیت کا سمجھنا ناممکن ہی اسلئے کہ اُسکی حیثیت قرارداد اعتبار کی پابند ہی اور اُسکے آگے کوئی ماہیت نہیں ہوتی۔ بیشک باعتبار لوازم و آثار کے اُس کا سمجھنا ممکن ہوتا ہی۔

امام در حقیقت خدا کی طرف سے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق بنا کر کھڑا کیا جاتا ہی وہ حضرت احدیت تعالیٰ عز اسمہ کی طرف سے ایک نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے

maablib.org

۵ مذکورہ ذیل بحث کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "اصول دین اور قرآن نمبر ۲" مطبوعہ الواعظ پریس لکھنؤ۔

پیش کیا جاتا ہے کہ لوگ اُسکے قدم بقدم چلیں، اُسکی بات کو سنکر عمل کریں، اُس کے ہر طرزِ عمل کی موافقت کریں اور اُسکی اطاعت کو اپنا نصب العین سمجھیں۔ جو شخص نبی یا رسول ہو اُسکے لئے امام ہونا ضروری نہیں اور جو امام خلق قرار دیا جائے اُسکے لئے نبی یا رسول ہونے کی شرط نہیں ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ باری تعالیٰ کسی کامل ترین ہستی میں نبوت رسالت امامت سب کو جمع کر دے۔

امام اگر خود نبی و رسول ہو تو مستقل طور پر نبی ہونے کی حیثیت سے تبلیغ احکام شریعت کریگا لیکن اگر امامت کا منصب کسی ایسی ہستی کو حاصل ہے جو اس سے افضل رسول و نبی و امام کی موجودگی میں اُسکے زیرِ حکم اور تابع فرمان قرار دی گئی ہے تو اُس پیغمبر کی وفات کے بعد اس ہستی کا پیشوائے خلق ہونا ضروری ہے اور خلافت و نیابت کے لباس میں یہ امامت ظاہر ہوگی اور امامت کی اس مخصوص قسم کو خلافت و جانشینی اور وصایت کے الفاظ سے یاد کرنا صحیح ہے اور یہی وہ ہے کہ جس کو نبوت کی فرع کہا جاتا ہے۔

امام اور بالفاظ دیگر حافظ شریعت کا تقرر اگر باہمی پنچایت اور انتخاب خود اختیاری و کثرت آرا کی بنا پر ہو تو اس حافظ و نگہبان کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ خود شریعت کے بارے میں اکثریت جس طریقہ پر جائے گی وہی حق سمجھا جائے اگرچہ وہ شریعت کی تبدیل و تحریف اور اُسکی تراش و خراش ہی کیوں نہ ہو۔

اور اگر نظام شریعت پر عملدرآمد کے بارے مین اکثریت سے غلطی کا احتمال
ہے تو حافظ شریعت کے انتخاب مین بھی اس غلطی کا امکان بہت زیادہ ہی۔
ملکی وملی عہدون کے انتخابات اور انکے نتائج ہمارے سامنے ہین اور ہر
شخص اس سے واقف ہی۔

بیجا رو رعایت، جانبداری، بے انصافی، تقاضائے مروت اور
آپس کے تعلقات، موجودہ منافع اور آئندہ کے توقعات، جھوٹے مواعید کا
فریب، اور بے حقیقت طفل تسلیان، ذاتی نفوذ و اقتدار اور حکام کی بارگاہ
مین بے حقیقت اثر و رسوخ، ظاہری تزک و احتشام اور ملمع کار وجاہت
وا عزاز یہ چیزین وہ ہین جو اقلیت کو اکثریت مین تبدیل کر دینے کے کامیاب
ترین ذرائع ہین اور اکثریتون کی تشکیل اکثر و بیشتر انھی بنیادون پر ہوتی ہی
پھر اگر امام بھی ایسا ہوا جو خود جائز الخطاہے اور جس سے غلط کاری اور تلبیس و
تدلیس کا احتمال ہی تو حفظ شریعت کے بجائے خود اسی کے ہاتھون شریعت اسلامی
خطرہ مین اور احکام مذہب معرض زوال مین ہونگے اور جو مقصد حافظ شریعت
کا تھا وہ نیست و نابود ہوگا۔

ایسا ہی منظور ہوتا تو خدائے تعالیٰ کے لئے نبی کا تقرر اپنے ہاتھ مین رکھنے
کی ضرورت نہ ہوتی، اور جبکہ نبی کی تعیین مذکورہ سابق وجوہ کی بنا پر جناب باری
عزاسمہ کی طرف سے ضروری ہوئی تو یہی ضرورت بالکل اس امر کی بھی ہی کہ

امام کا تقرر خطا کار انسانون کے ہاتھ مین نہو۔

اسی بناء پر فرقہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ نصب امام اور ایسے شخص کا تقرر جو اپنے علمی کمالات اور ظاہری و باطنی صلاح اور ناقابل زوال مقدس اوصاف کی جہت سے امامت عظمیٰ کے لائق ہو صرف خداوند عالم عز اسمہ کی جانب سے ہو سکتا ہے اور وہ یقیناً ایک ربانی پیغام کے ذریعہ سے ہونا چاہیے جو رسول کی زبانی امت تک پہونچا ہو۔

اسکے ثبوت مین قرآن کی یہ آیت کافی ہی۔ ابراہیم خلیل سے خداوند عالم کا ارشاد انی جاعلک للناس اماما، اُنکی عرضداشت ومن ذریتی جناب باری کا جواب لاینال عھدی الظالمین صاف طور سے بتلاتا ہی کہ امامت دینیہ اور روحانی ریاست خدا کا عہد اور اُس کا مقرر کردہ منصب ہی اور وہ کبھی ظالمین تک نہین پہونچ سکتا بلکہ مذہبی صلاح اور مصالح بشر کا لحاظ کرتے ہوے جو شخص ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہو وہ اسکا مستحق ہے اور وہ ایسا ہی شخص ہوگا جو علم باری مین نہ کسی دوسرے شخص پر ظلم کرنے والا اور نہ حدود خدا سے تعدی کرنے کی وجہ سے اپنے نفس پر ظالم ہو (ومن یتعد حدود اللہ فاولٰئک ھم الظالمون) معیار عقل سے یہ امامت مضبوط ترین بنیاد پر قائم ہی، امامت کسی محدود جماعت یا مخصوص فریہ شہر یا صوبہ کی حکومت و سلطنت نہین ہی بلکہ وہ تمام امت کے مصلحت و انتظام

کی ذمہ دار ہی اور جہان جہان تک کسی شریعت کا دامن وسیع ہو امامت کو وسعت حاصل ہوگی، وہ ایسا منصب ہی جسکے سبب سے یتیم بچہ بیوہ کمزور اور مظلوم غنی، فقیر، قوی ضعیف سب کو برابر فائدہ پہونچے اور عالم مین بشری نظام خدائی منشا کے مطابق پورے طور پر درست ہو اگر امامت ایک ایسے شخص کے سپرد کر دی گئی جو خود خواہشات نفس کا پابند ہی تو اس سے خود دوسرون پر ظلم و ستم کا اندیشہ ہی چہ جائیکہ اُس کے ذریعہ ظالم و مظلوم مین پورے طور سے انصاف کا فرض انجام پائے۔

بلکہ یہ غرض اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب اُس کا تقرر اُس علام الغیوب ہستی کے سپرد کر دیا جائے جو بنی نوع بشر کے باطنی رموز و نیات سے پورے طور پر واقف ہی، اس سے بڑھکر مصالح عامہ کا لحاظ کیونکر ہو سکتا ہی۔

درحقیقت یہ اصول کہ امامت کے انتخاب کو رسول صلعم کے واسطہ سے حضرت باری عز اسمہ تک منتہی ہونا چاہیے مکمل طور سے جمہوریت و مساوات پر مبنی ہی، درحقیقت حاضر و مستقبل مین بشری مصالح کی نگہداشت اور تمام طبقات بشر کے مساوی طور پر حقوق کی حفاظت جو آلہی لطف و عدل و حکمت کی روشنی مین انجام پائے اور جس مین دہوکے دھڑی، مکر و فریب، تعصب و استبداد، حق تلفی و ناحق کوشی، اہل حل و عقد اور امت کے نمایندون مین اہل تدلیس و نفاق کے مداخلہ اور آزادی رائے کے نام سے کمزور افراد

کے اختیارات سلب کرنے اور جبر و قہر سے اُن کے زبان بند کرنے کا امکان نہو اس سے بڑھکر ہو نہیں سکتی۔

انسان نقائص کا مجموعہ اور کمزوریوں کا مجسمہ ہی۔ بڑے بڑے ذمہ دار افراد اُن کمزوریوں سے بلند نہیں ہیں جو انسانی جذبات کے تحت مین عام طور پر پائی جاتی ہین، حکومتون کے نظم ونسق مین جو تمام تر آئین پر مبتنی ہوتا ہی انتہائی درجہ تک لے آئینی صرف کی جاتی ہے لیکن اُس بے آئینی کو کھینچ تان کر آئین ہی کے سر منڈھا جاتا ہے۔

پھر اگر امامت وخلافت بھی ایسی ہی خود ساختہ کارروائی کا نتیجہ ہی تو اُسکے لئے ایک شخص کا امام وخلیفہ نام رکھکر اُسکے افعال کی ذمہ داری اسلام کے سر تھوپنے کی کیا ضرورت ہی تاکہ اس غرض کے لئے دنیاوی بادشاہان اور سلاطین کے اصول دقوانین بہت کافی ہین۔

لیکن اگر امامت کوئی ایسی چیز ہے جس سے حقیقی معنی مین مفاد اسلام کا تحفظ منظور ہے تو اسکو ایسا ہی ہونا چاہیئے جو ان کمزوریوں سی علیحدہ ہو۔

شیعون نے امامت کو خداوند عالم کی مرضی پر منحصر قرار دیکر امامت کے پایہ کو بلند سے بلند تر بنا دیا ہی جس سے بڑھکر مصالح عامہ کے لحاظ کا کوئی ذریعہ ممکن ہی نہیں ہے۔

کیا اس مین کوئی شبہہ ہی کہ خدا مخلوق کے مصالح کی خود مخلوق سی زیادہ

نگہداری کر سکتا ہے۔
اُس کا علم و حکمت محیط اور خود وہ تمام اغراض ذاتیہ سے مبرا و منزہ اور
اپنے بندوں کے حال پر رحیم و مہربان ہو، امام کا انتخاب اُسکے ہاتھ میں ہونا
خود تمام افرادِ بشر کے مصالح کی حفاظت اور حاضر و مستقبل میں امام و ماموم کے
فرائض کی نگہداشت کے لئے کافی ہے اور جتنے حکم و مصالح فرض کئے جا سکتے
ہیں وہ اس میں مضمر پائے جاتے ہیں۔
وہ جہالت، فریب، ریاکاری، ہٹ دھرمی، خود غرضی، سخت
گیری، حق تلفی، ناحق کوشی، جانبداری، جلد بازی، اور اس طرح کے تمام
بشری نقائص سے بری ہے جو ایک فیصلہ کو نقطۂ حقیقت سے دور پھینکدینے
کے ذمہ دار ہیں۔
پھر کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ شیعوں کے مقرر کردہ اصول کے مطابق امامت
صلاحِ بشر اور رعایتِ حقوقِ عامہ اور ظالم و مظلوم میں انصاف خواہی
کے لئے نقطۂ کمال پر فائز اور مضبوط ترین بنیاد پر قائم ہے، البتہ امام جس کو
نظرِ احدیت نے منتخب کر دیا ہو یقیناً اس قابل ہے کہ اُسکے سامنے تمام افراد
امت کی گردنیں خم ہو جائیں اور کسی کو ایراد و اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔
کیا ایسے امام کو ہر زمانہ میں موجود رہنا چاہیئے ؟ بیشک موجود رہنا چاہیئے
اسلئے کہ ضرورت اُسکی ہر زمانہ میں موجود ہے۔ شریعت اسلام اگر کسی خاص

جزو زمانہ سے محدود ہوتی تو حافظ شریعت کا وجود بھی اسی خاص جزو کے ساتھ مخصوص ہوتا لیکن جبکہ شریعت کا دائرہ وسیع اور آخری حدود دنیا تک پہونچا ہوا ہے تو اُسکی حفاظت کا سامان بھی آخر تک ہونا ضروری ہے۔

بیشک حفاظت ملت اور رہنمائی امت کا فرض ادا کرنے کی صورتین دو ہین - ایک ظاہری طور سے جس کی پشت پر حکومت کا اقتدار اور سلطنت کا جاہ و جلال موجود ہو اور دوسرے مخفی صورت پر جس مین کار ہدایت پردہ کے اندر انجام دیا جائے۔

پہلی صورت یقیناً مقصد کے حصول مین پورے طور پر کامیابی کا واحد ذریعہ ہے لیکن جب عام افراد کا جذبۂ اقتدار پسندی اُس غرض کے حصول مین سد راہ ہو جائے تو قدرۃً امام کا فرض دوسرے جزو کی طرف منتقل اور فریضۂ ہدایت کا پردہ کے اندر ادا ہونا ضروری قرار پاتا ہے۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عام افراد نے ایک دن بھی امامت کے مقصد کو پہلی صورت سے حاصل نہیں ہونے دیا، ائمہ ہدایت جو حقیقی معنی مین جانشین رسول اور راہنمائے مذہب تھے انھون نے ہدایت کے کام کو ہمیشہ پردہ ہی مین انجام دیا اور کبھی دنیا نے اُن کو کھلی فضا مین آنے نہیں دیا۔

اس معنی سے تو مین ۲۶۰ھ کے پہلے بھی غیبت ہی سمجھتا ہون کہ امام اپنی حقیقی روحانیت اور صفت امامت کے ساتھ عام نظرون سے اوجھل اور دنیا

کی آنکھوں سے پوشیدہ تھے لیکن وہ طرح طرح کے پردوں میں بھی ہدایت کے
فرض کو انجام دے رہے تھے۔
سنہ ھ کے بعد ہی جبکہ رسول اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا
سے رحلت فرمائی اور مسلمانوں میں اختلاف کی بنیاد پڑی اور انصار کے مقابلہ میں
کامیابی کا سہرا مہاجرین کے سر بندھا اور وصی برحق وامام مطلق (علی بن ابیطالب
علیہ السلام) نے ایک مرتبہ اعلان حق کر کے ان تلخ تجربوں کو اٹھا لیا جن پر
تاریخ کی پیشانی عرق انفعال سے تر ہے۔ بس وہی تاریخ تھی کہ جس کے بعد
امامت حقیقیہ پردۂ غیبت میں مستور ہوئی۔
اس سلسلہ کی فرد اول امیر المومنین نے ۲۵ برس اسی پردہ میں گذار کر
ہدایت امت اور نصرت اسلام کے فرض کو انجام دیا،
انھوں نے عام مسلمانوں کی ایک فرد بنکر، اجرت و مزدوری میں بسر کر کے
یہود کے باغوں میں آب کشی کر کے فتوے دیئے، قضایا کا فیصلہ کیا، مشکل
مسائل حل کئے، سلاطین وقت کو مفید مشورے دیئے اور غلطیوں پر متنبہ کیا،
خطار اجتہادی کی زد میں آ کر جانے والی جانوں کی حفاظت کی اور لولا علی
لھلک عمر کا اعتراف حاصل کیا۔
شورش انگیز تحریکوں کو جو وقار اسلامی کو صدمہ پہونچانے کا باعث
تھیں خلیفہ عصر کو ناصحانہ مواعظ اور شورش انگیزوں کے سامنے خلیفہ کی

جانب سے قول قرار کر کے دبایا، یہ دوسری بات ہو کہ نتیجہ مین حالات سازگار نہوے اور ذمہ داران حکومت کی پے در پے غلطیون نے پیمانہ کو چھلکایا اور اس طرح کہ اُسنے خلیفہ مسلمین کی کشتی حیات کو غرق کر دیا۔

صورت حال مین انقلاب ہوا، خلافت نے اپنے اصلی مرکز کی طرف رخ کیا اور مسلمانون کی گردنین اُس طرف جھکین جہان اسکے بہت پہلے انھین جھکنا چاہیے تھا۔

ظاہری اعتبار سے یہ امامت حقہ کے ظہور کا وقت ہے اور پردۂ غیبت کے چاک ہونے کا زمانہ ہو لیکن درحقیقت یہ نظر کی غلطی اور خیال کی لغزش ہو علی کی خلافت کو اس موقع پر تسلیم کرنے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے جو ۱-۲-۳ کے بعد آپ کو چوتھا درجہ عطا کرتے تھے اور اس بنا پر اسکو کسی نص نبوی اور حکم الٰہی کے تحت مین سمجھنا انکے لئے ممکن نہ تھا۔ وہ اس بادشاہت کو بھی اسکے قبل کی تین حکومتون کے مثل مسلمانون کی ظاہری شیرازہ بندی و تنظیم کا ذریعہ خیال کرتے اور اس کو باہمی سمجھوتہ، انتخاب اور یکجہتی و اتفاق کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔

علی ابن ابیطالب کا اس خلافت کو منظور کر لینا بھی درحقیقت ایک پردہ تھا جس کے پیچھے وہ اپنی امامت حقیقیہ کے فرائض کو عمل مین لانا چاہتے تھے جس مین وہ ایک حد تک کامیاب ہوے۔

ان پردوں میں رہ کر جو زندگی کے مختلف دوروں میں مختلف صورتیں
اختیار کرتے رہے ہیں یعنی علیؑ کبھی ناصح کے لباس میں ہیں اور کبھی مشیر کے، کبھی
قاضی اور کبھی مفتی، کبھی سفیر مصالحت اور کبھی سربراہ حکومت، علیؑ نے
سچے تعلیمات کے مجسمے پیش کئے اور خصوصیات اسلام کے مکمل نمونے، اُنھوں نے
زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے حکیمانہ ہدایات سے روح پھونکی اور فلسفۂ زندگی
کے مشکل مسائل کو کامل طور سے حل کیا۔

اُنھوں نے تہذیب اخلاق کی تصویریں پیش کیں، تدبیر منزل کے
حدود قائم کئے، سیاست مدن میں انصاف و عدالت کے دائرے کھینچے، عدل
و مساوات کے معنی سمجھائے، بادشاہ ہو کر فقیروں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ
کیا اور دنیا کی باجبروت و طاقت ور ہستیوں کے غرور و تکبر کو ٹھوکر
لگائی، مال و دولت پر قابض ہونے کے بعد محتاجوں کی زندگی بسر کی اور
اپنے ہر ذاتی سرمایہ کو مساکین کی نذر کر کے ارباب ثروت و تونگری کو بے مایہ
افراد قوم کی حالت کا درد آشنا ہونا سکھایا،

اُنھوں نے حجاز و عراق کے بادشاہ ہونے کے وقت میں کبھی میثم تمار کی
دوکان پر بیٹھنے کو اپنے لئے کسر شان نہیں سمجھا اور یوں قوم کے اعلیٰ سفید پوش
طبقہ کو تجارت کی طرف مائل کرتے ہوئے دوکانداری اور تجارت پیشہ افراد کے
عزت و احترام کا اشارہ کیا۔

انھون نے انھی پردون مین علوم و معارف کے دریا بہائے، تفسیر قرآن کے باریک نکات کو واضح کیا، فقہ کے مشکل مسائل کو حل کیا، علم کلام کی پیچیدگیون کو سلجھا کر مبدأ و معاد کی حقیقت سے آشنا کرایا اور اس طرح کتنے فوائد تھے جن کو پہونچا دیا لیکن اپنے روحانی اقتدار کے ساتھ پردہ ہی مین رہ کر

علی بن ابیطالبؑ امامت حقہ کی ذمہ داریان حسن مجتبیٰؑ کے سپرد کر کے خود عالم جاودانی کی طرف روانہ ہوئے اور امام حسنؑ سے حالات کا تقاضا ہوا کہ وہ اس مجازی خلافت کو جو ہمارے سابقہ بیانات کے مطابق پہلے ہی ایک نقاب یا حجاب سے زیادہ اہلیت نہ رکھتی تھی امیر معاویہ کے سپرد کر دین، انھون نے ایسا ہی کیا، امامت حقیقیہ کہ جو ابتک ظاہری حکومت کے لباس مین کارفرما تھی اپنے پردۂ غلبیت کو تبدیل کر کے صلح کے حجاب مین مخفی ہوئی اور دس برس اُنھی شرائط صلح کے ماتحت کامل رواداری کے ساتھ غیر محسوس طریقہ پر اُسکے روحانی فیوض و برکات جاری رہے اور حسن مجتبیٰؑ کے بعد حسین بن علیؑ بھی دس برس بھائی کے نقش قدم پر گامزن اور ظاہری قرارداد مصالحت کے پابند رہے۔

لیکن ایک دفعہ صورت حال مین انقلاب ہوا، امیر معاویہ کے اپنے بعد یزید کو خلیفہ و جانشین مقرر کرنے نے بنیاد مصالحت کو کھلی ہوئی صورت پر پامال کر دیا اور یزید کے اعمال و افعال، شرمناک اخلاق و عادات نے اسلام

کی بنیادوں کو متزلزل کیا،

کون چیز تھی جو ایسے آڑے وقت اسلام کی حفاظت کا فرض انجام دیتی؟

بیشک وہ امامت ہی تھی جس نے ایسے مشکل ترین وقت میں اپنے مقصد اصلی کو پورا کیا۔

لیکن وہ پردوں میں تھی، اُسکے حجاب اسوقت اپنی نوعیت میں بے نظیر تھے۔ مظلومیت، شہادت، صبر و تحمل، ثبات و استقلال، عزتِ نفس، خودداری، حق و صداقت کی حمایت اور غرورِ باطل کا مقابلہ، ظاہری جاہ و جلال سے بے خوفی اور اعلائے کلمۃ الحق میں بے جگری سے قربانی، یہی وہ پردے تھے جن کے اندر امامت اپنا فرض انجام دے رہی تھی اور وہ اتنے کامیاب طریقہ سے انجام پایا کہ قیامت تک کیلئے اسلام کو زندہ کر گیا اور جب تک دورِ فلک میں اسلام کا نام ہے اُس کا تذکرہ بھی ساتھ ساتھ ہے

دور ختم ہوا اور امامت نے منزل بدلی یعنی وہ امام زین العابدینؑ کی طرف منتقل ہوئی، کیا یہ غیبت کبریٰ کا زمانہ نہ تھا؟

امامت پر اتنے تاریک و تنگ پردے پڑے ہوئے تھے جن کے اندر سے اُسکے جمال حقیقت کی زیارت مشکل نہیں بلکہ ناممکن تھی، قید، اسیری، دست و پا کے غل و زنجیر، گلے کا طوق، کوفہ و شام کے بازار اور ابن زیاد و یزید کے دربار۔ اتنے پردوں میں رہ کر بھی امامت اپنا کام کر رہی تھی،

تبلیغ مذہب کا فرض انجام پا رہا تھا اور ایسا کہ جس کی نظیر ناممکن، بیشک اسی کا نتیجہ تھا کہ یزیدی تختۂ حکومت اُلٹا اور اس طرح کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور حسینی مشن دنیا کے سیکڑوں انقلابات کے باوجود اب تک قائم ہے اور روز افزوں ترقی حاصل کرتا ہے۔ درحقیقت اس مشن حسینی کا زمانوں کے ساتھ سید سجادؑ اور اُنکے ہمراہی پردگیانِ عصمت کے عظیم جہاد کو جو انھوں نے اسیری کی صورت میں انجام دیا بہت بڑا دخل ہے۔

مدینہ سے واپسی کے بعد بھی سید سجادؑ کی بقیہ زندگی بالکل خاموشی میں گذری اور امامت کے تجلیات گوشہ نشینی و انزوا، کے پردوں میں مخفی تھے، انھوں نے ایک مصیبت زدہ دن رات گریہ و زاری میں بسر کرنے والے اور عبادت الٰہی میں گوشت کو پوست اور جسم کو مشت استخوان بنا دینے والے عابد کی حیثیت سے عمر گذاری اور آخر ۹۵ھ میں انتقال کیا۔

اب امام محمد باقرؑ اور اُنکے بعد امام جعفر صادقؑ کا دور ہے، یہ دونو دور بیشک ایسے ہیں جن میں امامت عظمیٰ کو بڑے درجہ تک ظاہر کہا جا سکتا ہے اسلئے کہ شیعوں کی تعداد بہت زیادہ اور ان دو حضرات پر تقیہ کی پابندیاں بھی کم عائد تھیں لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عام نظروں سے امامت مخفی ہی تھی۔

ان دونوں بزرگوں کی حیثیت عام افراد کے سامنے عظیم المرتبہ فقیہ کی

تھی اور مستند عالم کی حیثیت سے اُنکے اقوال کو عزت کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا بیشک یہ پردہ اتنا ہلکا تھا جس سے چھن چھن کر امامت کی شعاعیں بہت تیزی سے نکل رہی تھیں اور اس طرح امامت کے فیوض و برکات بہت زیادہ منتشر ہوے اور معارف حقہ کی اشاعت کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔

اب آیا امام موسی کاظمؑ کا زمانہ، اللہ اللہ اس دور میں ظالمانہ جفا و تعدی پورے جاہ و جلال پر تھی، امامت کو تاریک سے تاریک تر پردوں میں مخفی ہونا پڑا، بغداد کے سیاہ و تار قیدخانے، زنجیروں کے حلقے اور ظالم و غیر رواداراشخاص کی حراست، مضبوط پہرے، لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ مسدود، اور ملاقات ممنوع یقیناً یہ بھی غیبت کا زمانہ تھا اور بڑی غیبت کا یہاں تک کہ امام کا نام بھی پردۂ غیبت میں لیا جانے لگا اُس زمانہ کے رواۃ آپ کے نام کی تصریح کرنے میں اپنی زندگی کے لئے خطرہ محسوس کرتے تھے، اُن کو آپ سے روایت کے لئے العبد الصالح، الرجل، العالم کے الفاظ کی تلاش کرنا پڑتی تھی اور جوامع حدیث میں ان روایات کا کافی ذخیرہ موجود ہے جو خود اس امر کی دلیل ہے کہ اتنے پردوں کے باوجود امامت کی فیوض پہونچ رہے تھے اور دنیا اُس سے مستفید تھی۔

امام رضا علیہ السلام کا زمانہ آیا، ظاہری طور پر حضرت کے لئے بڑے

اعزاز اقتدار خاطر داری کا زمانہ ہے لیکن امامت پر بڑا گہرا پردہ پڑا ہے اور
وہ مامون الرشید کی ولی عہدی، لہٰذا اس پردہ میں امامت کے فیوض بہت
کامیابی کے ساتھ منتشر ہوئے اور لوگوں کو صحیح ہدایات اور ربانی علوم
و برکات سے مستفید ہونے کا کافی موقع ملا لیکن اس کا زمانہ کم تھا اور
ایک محدود مقدار میں ختم ہو گیا۔

امام محمد تقی ؑ کے لیے سلطان وقت کی دامادی کسی شرف کا باعث نہ تھی لیکن
حجاب غیبت کا ایک انداز یہ بھی تھا جس کے سلسلہ میں درباروں کے اندر فقہائے
عصر سے مباحثے ہوئے، مشکل مسائل کو حل کیا گیا اور دشمنوں سے سر تسلیم خم
کرایا گیا اور اس طرح روحانی کمالات کا سکہ قائم ہوا، صحیح اسلامی تعلیمات
کی نشر و اشاعت ہوئی جو امامت کا واحد مقصد تھا۔

ام الفضل دختر مامون الرشید سے امام کا عقد لوگوں کے لیے اس بات
کا ذریعہ بھی تھا کہ دنیاوی ظاہری جاہ و جلال کے اسباب ان حضرات کے اصول
زندگی میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتے۔ وہی سادگی، وہی تواضع، وہی
اخلاق اور مروت، اس ظاہری اقتدار کے عالم میں مہمانوں کے لیے عمدہ سے
عمدہ اور لذیذ غذائیں موجود رہتی تھیں لیکن آپ نے اپنا معیار زندگی جو
کی روٹی اور سرکہ و شہد پر باقی رکھا۔ دار الخلافت بغداد کے آٹھ سال زمانہ
قیام میں مرجعیت کا یہ عالم تھا کہ تیس تیس ہزار سوالات پوچھے گئے ہیں اور

آپنے نہایت استقلال سے اُنکے جوابات دئیے ہین۔
دسوان دور آیا اور خلافت حقہ کی ذمہ داریان امام علی نقیؑ کے متعلق ہوئین، ابتدائی قیام مدینہ منورہ مین تھا اور امامت پردہ مین لیکن اسکی اتنی بھی جلوہ آرائی جو بھی زمانہ کی افتاد طبع کے خلاف ہوئی۔ بادشاہ وقت متوکل عباسی کے اصرار سے آپ کو مدینہ رسول چھوڑ کر دار الخلافہ سامرہ مین آنا پڑا اور پوری عمر جلاوطنی و نظر بندی مین گذاری جس مین طرح طرح کے روح فرسا مصائب آپ کے لیے پیش تھے۔
ایسے خطرناک وقت مین بھی آپ نے اپنے فرض کو محیر العقول طریقہ پر انجام دیا، متوکل کو خبر پہنچا کہ علی بن محمد کے گھر مین اسلحہ جنگ ہین اور شیعون کا اجتماع ہے اور حکومت وقت کے خلاف سازشین ہوتی ہین اور اُس نے تاریک رات مین دور بھیجا کہ وہ بلا اطلاع حضرت کے گھر کی "تلاشی" لے اور وہان گزشتہ افواہات کا بے اصل ثابت ہونا اور حضرت کا فرش خاک پر بالون کا لباس پہنے عبادت الٰہی مین مصروف پایا جانا لیکن اسی حالت مین حضرت کو متوکل کے پاس لایا جانا اور اس موقع پر متوکل کا شراب نوشی مین مصروف ہونا اور حضرت کے سامنے کمال جرأت سے جام شراب کا پیش کرنا اور حضرت کا معصومانہ صداقت کیساتھ عذر کرنا کہ یا امیر المومنین ما خامر لحمی ودمی قط" اے خلیفۃ المسلمین یہ تو آج تک کبھی میرے گوشت و خون مین شریک

نہیں ہوئی ہے" متوکل کا اس عذر کو قبول کر کے آپ سے کچھ اشعار پڑھنے کی فرمائش کرنا اور آپ کے انکار کے باوجود مجبور کرنا جس پر حضرت کا موقع کو غنیمت جان کر ان اشعار کو پڑھنا

باتوا علی قلل الاجبال تحرسھم غلب الرجال فما اغنتھم القلل

"دنیا کے طاقتور افراد بڑے بڑے بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر مکان بنا کے حراست کے واسطے مضبوط پہروں کو بٹھلا کر رہے لیکن انکو اجب موت آئی) پہاڑوں نے کچھ فائدہ نہ دیا"

اور اسی طرح کے چند شعر جو تمامتر بے ثباتی دنیا پر مشتمل تھے اور انکا متوکل پر اس قدر اثر ہونا کہ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو کر داڑھی کو تر کر دیں اور شراب ہٹوا دی جائے۔ یہ تمام واقعات تاریخ ابن خلکان وغیرہ مستند کتب تاریخ میں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے سخت پردہ غیبت میں بھی امامت اپنا امکانی فرض انجام دے رہی تھی۔

امام حسن عسکری ع کی تو آنکھ ہی سامرہ میں نظر بندی و حراست کے اندر کھلی، انکی ولادت اگر یہاں نہیں ہوئی تھی تو بھی صرف چار برس اور چند مہینہ کی عمر تھی کہ اپنے والد ماجد کی معیت میں سامرہ آئے اور تمام عمر یہیں بسر ہوگئی جس میں قید و بند اور سلطانی پابندیاں اور سختیاں آپ کے ساتھ ساتھ تھیں۔

اس صورت حالات اور ان تمام واقعات کے بعد کیا ہمارا یہ کہنا غلط ہے
کہ امامت حقہ ہمیشہ پردۂ غیبت ہی میں تھی اور کبھی وہ دنیائے ظہور میں
نہیں آئی۔
ہاں بیشک ائمہ معصومین کی عنصری زندگی اسوقت نمایاں تھی اور لوگوں
کو مختلف لباسوں میں جن کا حالات وقت تقاضا کرتے تھے نظر آتی تھی اور
بالفاظ دیگر وہ پردہائے غیبت جن کے پیچھے امامت حقیقیہ کا جلوہ مستور تھا محسوس
ہوتے تھے لیکن تجربوں نے بتلایا کہ زمانہ کو یہ بھی گوارا نہیں۔
گیارہ میں کوئی تو ایسا ہوتا جس کی موت طبیعی حالات کا نتیجہ ہوتی لیکن
مستند تاریخ اس کا پتہ دینے سے قاصر ہے۔
جہانتک دیکھا جاتا ہے نظر یہی آتا ہے کہ انکی موت جفا پیشہ ابنائے
دنیا کے ظالمانہ اقدام قتل کا نتیجہ ہے۔
مسجد کی محراب میں ابن ملجم کی تلوار اور علیؑ کا سر، امیر شام کے اشارہ سے
جعدہ بنت اشعث کا جام زہر اور حسن مجتبیٰؑ کا دہن، کربلا کے عظیم معرکہ میں
ہزاروں کی خونچکاں تلواریں نیزے اور حسین بن علیؑ کا جسم۔ پھر تمام ائمہ کیلئے
زہر خورانی کے مختلف طریقے۔ انگور میں زہر، انار میں زہر، زین فرس میں
زہر، دوا میں زہر اور اسی قسم کی تدبیروں سے برابر انکے رشتۂ زندگی کو
قطع کیا گیا لیکن آسان تھا، سلسلۂ امامت باقی تھا، وہ تعداد جو ائمہ کی

مقرر تھی پوری نہوئی تھی - ایک امام کے بعد جانشین اُس کا اور اُسکے روحانی کمالات کا وارث دوسرا امام ہوجاتا تھا۔

لیکن اب وہ وقت آیا کہ جب تعداد ختم تھی - گیارھوین امام اُسی طرح کہ جیسے اُنکے پیش رو ائمہ کی وفات ہوچکی تھی دنیا سے تشریف لے گئے۔

اب امامت کی ذمہ داریان یقین اور وہ ہستی کہ جس پر اس سلسلہ کی انتہا اول امر سے قرار پاچکی تھی، جسکے سوا کوئی دوسری فرد حدود عالم مین اُن کمالات کی مستحق موجود ہونے والی نہ تھی۔

اُن متواتر نصوص کی بنا پر جو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکے بعد ائمہ معصومین علیہم السلام سے نیمہ شعبان مین متولد ہونے والے اس عظیم الشان مولود کے متعلق عام طور پر سُننے جاچکے تھے مخالفین کو بھی اس ولادت کے متعلق پوری کھوج تھی۔

رسول اسلام صؐ نے فریقین کی مسلم متواتر حدیث کی بنا پر پہلے ہی خبر دیدی تھی کہ جو کچھ بنی اسرائیل مین ہوچکا ہے وہ میری اُمت مین ہوگا ضرور، ارشاد ہوا تھا واللہ لتتبعن سنن الذین من قبلکم حتی انھم لو دخلوا فی جحر ضبّ لدخلتموہ

"خدا کی قسم تم اپنے قبل والی امت (بنی اسرائیل) کے راستوں پر

چلوگے یہان تک کہ اگر وہ کسی جانور کے سوراخ مین داخل ہوئے ہوتے
تو تم بھی اسمین داخل ہوتے۔

اس مضمون کی متعدد حدیثین کتب فریقین مین موجود ہین۔ بیشک
اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت مہدی موعود کی ولادت مین صورت حال ویسی
ہی پیش آئی جو اُسکے بہت پہلے حضرت موسی کلیم الرحمٰن کی ولادت مین
پیش آچکی تھی۔

کاہنون کا فرعون کو خبر دینا کہ تیری مملکت کا زوال ایک مولود کے
ہاتھون ہوگا جو بنی اسرائیل مین متولد ہونے والا ہے اس پر اُس کا واقعات
پر کامل طور سے سراغرسانی کا انتظام کرنا، عورتون کے شکمون کا چاک کرنا،
بچون کو قتل کرانا، یہ سب اس لئے کہ اُس باقتدار مولود کی ولادت ہونے
پائے جسکے ہاتھون ملک فراعنہ کا زوال ہونیوالا ہے لیکن اس سب کے مقابلہ
مین قدرت نے بھی سامان کیا، موسیٰ کے حمل کو پردۂ غیبت مین رکھا، اُنکی ولادت
بھی غیر معلوم طریقہ پر واقع کرائی اور پھر اُنکی حفاظت کے اسباب یون مہیا کئے
کہ مان کو حکم دیا کہ وہ نومولود بچہ کو تابوت مین لٹا کر رود نیل مین ڈالدین۔

بالکل اُسی صورت پر مہدی موعود کی ولادت اُن روایات کی بنا پر
جو مسلمہ طور سے زبان زد خلق تھے خلافت وقت کے ارکان مین زلزلہ ڈالے ہوئے
تھی اور اُنکے افکار و خیالات پورے طور سے اُس کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔

اُنکی طرف سے کامل انتظامات سراغرسانی کے مہیا کیے گئے جو کسی ایسے مولود کی ولادت کو جسکے متعلق مہدی موعود ہونے کا شبہہ ہوسکے بادشاہ تک پہنچادیں لیکن قدرت کو پردہ داری مین اہتمام تھا۔ اُسے اپنے نور کو باقی رکھنا تھا جسکی آخری لواب یہی تھی۔ اُس نے اس عظیم الشان مولود کے حمل و ولادت کو موسیٰ کیطرح بالکل مخفی کیا اور غیبت کے پردے ڈالکر اس نور کو دنیا میں ظاہر کیا۔

اُنکی ابتدائی نشوونما بھی پردۂ غیبت مین تھی لیکن باپ ماں اور قریب ترین رازداراعزا کے علاوہ مخصوص معیار امانت پر پورے اُترے ہوئے اور امتحانِ وفا مین کامیاب نکلے ہوئے اصحاب بھی آپکی زیارت سے مشرف ہوتے تھے اور آپکے وجود سے مطلع تھے۔

حکومت وقت بھی اُن تمام تحفظات کے بعد جو کیے جاچکے تھے پورے طور پر مطمئن ہو چکی تھی کہ خطرہ جاتا رہا اور جس مولود کا اندیشہ تھا وہ عالم وجود مین نہین آیا، لیکن امام حسن عسکریؑ کا انتقال ہوا اور بعض برادران یوسف نے جن پر ناگزیر اسباب کی بنا پر راز منکشف ہوگیا تھا حکومت کو اطلاع دی کہ وہ بچہ جو حسن عسکریؑ کے یہان متولد ہونے والا تھا متولد ہو چکا ہے،

حکومت کو ایک طرف اپنے مکمل انتظامات کی شکست کا احساس کر کے غصہٗ وغضب دامنگیر ہوا اور دوسری طرف وہ خطرہ جو اسکے قبل قوت کے عالم مین تھا فعلیت سے بہت قریب نظر آنے لگا۔

اسلئے کہ وہ روایات جنمین مہدی موعود کے ظہور پر دین کی تجدید اور باطل
طاقتون کے شکست کی خبرین دی گئی تھین کسی زمانہ سے محدود نہ تھے کہ ایسا
کب اور کس زمانہ مین ہوگا۔

ضمنین بس اتنا ہی تھا کہ ایسا ہونے والا ضرور ہے اور اسکے ہوئے بغیر
قیامت نہ آئیگی، اس لئے اُس مولود کی ولادت ہوجانے پر جو ان تمام اخبار کا
مصداق اصلی تھا مقررشدہ نظام طبیعی کو دیکھتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوجانا
حق بجانب ہے کہ وہ زمانہ بہت قریب آگیا اور یہی موجودہ دور سلطنت
جو عالم اسلامی مین سکہ چلائے ہوئے ہے اس مولود کے ہاتھون درہم و برہم
ہوگا، بیشک اگر انھین معلوم ہوتا کہ ابھی وہ زمانہ دور ہے۔ خلافت عباسیہ
کی بنیادین زمانہ کے بے پناہ حوادث سے متزلزل ہوکر منہدم ہونگی اور
ضرور ہونگی لیکن اس مولود کے ظہور سے نہین اور اُسکے بعد خلافت عثمانیہ
کی عمارت قائم بھی ہوگی اور گر بھی جائیگی، خلافت کا نام ونشان بھی دنیا مین
باقی نہ رہیگا لیکن اس مولود کے ظہور کا وقت نہ آئیگا تو حکومت کو بھی شاید
زیادہ خطرہ محسوس کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن ادھر روایات کی قطعی
پیشینگوئی کہ ایسا ہوگا ضرور اور زمانہ کا عدم تعین کہ کب؟ اور ادھر اس
مولود کی ولادت، بس اسکا نتیجہ تھا کہ ارباب حکومت کی نظرون مین اپنے تن
وزوال کا مرقع بہت ہولناک صورت سے بھرنے لگا اور اس لئے اُنکی زیادہ شدی

کے ساتھ جستجو کی کوشش ہوئی، حضرت امام حسن عسکری ع کے تمام ازواج و جواری کو نظر بند کیا گیا اور حراست میں رکھا گیا کہ جس کسی کے کمسن بچہ ہوگا اُسکی اطلاع ضرور ہوگی، امام کے مکانات میں گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ کی تلاشی لی گئی کہ اُس مبارک بچہ کا کہیں پتہ ملجائے یہاں تک کہ اُس سرداب (تہ خانہ) میں بھی گئے جہاں حضرت کا قیام تھا مگر ظاہری بصارت کے چراغ اُس نور مجسم کے سامنے گل نظر آئے اور آنکھوں کی بینائی نے اُسکے مشاہدہ جمال میں یارا نہ دیا۔

یہ وہ وقت تھا کہ غیبت کا پردہ اور زیادہ گہرا ہو گیا۔ لیکن چونکہ ابھی ابھی امام یازدہم کا دور ختم ہوا تھا اگر دفعۃً کامل غیبت کا دور دورہ ہو جاتا تو بہت سے شیعہ اور صحیح العقیدہ اشخاص بھی اس نئی صورت حال سے آشنا ہونے کی بہت سے عقیدۂ وجود حجت میں متزلزل نظر آنے لگتے۔

جیسے تیز روشنی سے کامل اندھیرے میں آجانے والا ایک مرتبہ اپنی قوت بصارت کو بالکل گم کر دیتا ہے اور اُسکے قوائے احساس معطل نظر آتے ہیں، وہ اُس دھندلکے میں جتنی روشنی ہے اُس کا بھی احساس نہیں کرتا اور اُسے وہاں اتنی تاریکی نظر آتی ہے جس میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔

بیشک ضرورت اسکی ہے کہ تدریجی حیثیت سے روشنی کو گھٹا کر انسان کو عادی بنایا جائے اس طرح وہ جس درجہ تاریکی میں پہونچیگا اُس میں اُس کی نظر ایک حد تک کام کرتی رہیگی اور اُسکے قوائے احساس اپنے معیار عمل پر باقی

رہین گے۔

قدرت کا نظام مصالح طبعیہ کے خلاف نہین ہوتا اُس زمانہ کے بعد جسے ظاہری اعتبار سے زمانۂ حضور امام کہا جاتا ہے مکمل غیبت ہو جانا اس نظام کے خلاف تھا۔ اسلئے شروع شروع مین غیبت صغریٰ کا دور رہا یعنی مخصوص وکلا قرار دیئے گئے جو درمیانی سفیر کی حیثیت رکھتے ہوئے لوگون کے عرائض و مسائل کو امام کی خدمت مین پیش کرین اور امام سے اُن کا جواب لے کر لوگون تک پہنچائین یہ صورت عام افراد شیعہ کے طبائع پر کچھ زیادہ گران نہین گذری اسلئے کہ وہ ایک طویل عرصہ سے قریب قریب اسکے عادی ہو چکے تھے۔ وہ زمانہ کہ جب امام علی نقیؑ و امام حسن عسکریؑ سامرہ مین تھے اور کامل نظر بندی و حراست کے اندر بسر کرتے تھے عام افراد کو اس کا موقع نہ تھا کہ وہ امام کی خدمت مین باریاب ہو کر اپنے معروضات پیش کر سکین بلکہ اس قسم کے امور ہمیشہ وسائط کے ذریعہ انجام پاتے تھے اور اس لحاظ سے موجودہ صورتِ حال اُنکی نظر مین سابق سے کچھ فرق نہ رکھتی تھی، بس اتنا فرق تھا کہ سابق مین امام کی جائے قیام متعین ہوتی تھی اور اکثر لوگون کو معلوم لیکن اب امام کے محلِ قیام کا تعین کے طور پر علم نہ تھا اور عام لوگ اُس سے ناواقف تھے لیکن اس کو اُنکے مطالبہ مقاصد مین کوئی دخل نہ معلوم ہوتا تھا۔

اسّی برس کی طویل مدت اسی حال مین گذری، اس زمانہ مین مسائل دستخط

ہوتے تھے عرائض کے جواب ملتے تھے۔ وجوہ وصدقات وحقوق امام کے اموال امام کی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے اور اُنکی رسیدیں آتی تھیں، سفراء کی تعیین بہت منظم ومرتب اصول کے ساتھ خود امام کی جانب سے عمل میں آتی تھی۔ اور ایک سفیر اپنے بعد والے شخص کو خود نامزد کر جاتا تھا۔

عثمان بن سعید عمری کے بعد اُنکے صاحبزادے ابوجعفر محمد نے قریب چالیس برس کے سفارت کے فرض کو بہت کامیابی کے ساتھ انجام دیا اور جب اُنکے انتقال کا وقت قریب پہونچا تو اُنھوں نے کہا۔

امرت ان اوصی الی ابی القاسم الحسین بن روح "مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں حسین بن روح کو اپنا وصی بناؤں"۔

حسین بن روح نے بھی اپنی مدت حیات ختم کرتے ہوئے اس ذمہ داری کو ابوالحسن علی بن محمد سمری کے سپرد کیا، مقررشدہ نظام کی بنا، پہ خیال تھا کہ یہ بھی اپنے بعد کے لئے کوئی انتظام کرینگے لیکن جب ۳۲۹ھ میں اُنکا انتقال ہونے لگا اور کہا گیا کہ وہ کسی کی تعیین کریں تو اُنھوں نے صاف طور پر کہدیا للّٰہ امر ھو بالغہ "اب خدا کا ایک مقررہ مقصد ہے جس کو وہ پورا کرنے والا ہے"۔

بات ختم ہوئی اور غیبت صغریٰ کا زمانہ بھی تمام ہو گیا یہی وہ وقت تھا کہ جب سے غیبت کبریٰ کا دور شروع ہوا۔

غیبت کے ابتدائی وانتہائی مقدمات واسباب ومدارج وقوع پر جب

نظر ڈالی جاتی ہے تو اس امر مین کوئی شبہہ باقی نہین رہتا کہ وہ ایک مرتب نظام کے ماتحت ہوئی ہے جس مین تصنع اور بناوٹ کا لگاؤ نہین۔

واقعہ کی واقعیت مخفی ہونے کی چیز نہین۔ اُسکی نوعیت، صورت سابق ولاحق کے آثار و اسباب ہی مختلف ہوتے ہین اور یہی چیزین وہ ہین جو صحیح وغلط، واقعیت اور فریب کی تمیز کا معیار ہین۔

ایک طرف رسالتمآب صلعم سے لیکر گیارھوین امام تک معصومین علیہم السلام برابر غیبت امام کے وقوع کی خبر دیتے رہے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جلد باز لوگ دھوکا کھا کر درمیان ہی سے غیبت امام کا عقیدہ اختیار کرتے رہے، کیسانیہ نے حضرت محمد بن حنفیہ کو منتظر سمجھا اور اسمٰعیلیہ نے اسمٰعیل بن امام جعفر صادق ؑ کو اور بعض نے امام موسیٰ کاظم ؑ کو۔

ملل ونحل کی کتابون مین ان فرقون کا وجود خود اس کا ثبوت ہے کہ ایک امام غائب کے وجود کی خبر متواتر طور پر پہونچتی رہی تھی جسکی تطبیق مین ہر شخص اپنے فکر و خیال کے مطابق دھوکا کھا رہا تھا۔

بیشک متفقہ اسلامی احادیث جنمین ائمہ کی تعداد کو بارہ بتلایا گیا ہے ان تمام فرق کے خیالات کا دفعیہ کرنے کے لئے کافی ہین لیکن جب گیارہ کی تعداد ختم ہو کر بارہوین کا درجہ آگیا تو اب غیبت کی پیشین گوئی پورے ہونے کا وقت تھا۔

دو سو برس سے زیادہ کے منتظم اصول کے مطابق کہ ہر سابق امام اپنے بعد والے جانشین کو نامزد اور اصحاب سے اُسکی شناسائی کرا دیتا تھا۔ امام حسن عسکری ع کے لئے منظر عام مین کوئی اولاد بھی موجود نہ تھی اور نہ کوئی اور ہی شخص تھا جو اس ذمہ داری کے اُٹھانے کا متحمل سمجھا جا سکتا

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ فرقہ شیعہ ہمیشہ سے بلند نظر اور عالی ظرف رہا ہے، اُس نے کبھی ہر آندھی کے رخ پر اُڑ جانے اور ہر سیلاب کے زور مین بہ جانے کو پسند نہین کیا اور نہ ظاہری جاہ و حشم اور مال و دولت کے سامنے جو بیشتر افراد انسانی کے طبائع پر غالب آ رہتا ہے اُس نے کبھی سر جھکایا ہے اور اسی لئے اُسکے فیصلے ہمیشہ اکثریت کی رائے کے خلاف رہے ہین۔

امام اور رئیس روحانی کی تعیین مین اُسکی نظر ہمیشہ انتقادی رہی ہے اور موشگافی اُسکا شیوہ۔ اگر کوئی بھی امامت حقہ کے لائق اُسوقت موجود ہوتا تو ہزار دس ہزار نہین تو سو پچاس، دس بیس آدمی ہی اُسکی امامت کے قائل ہو جاتے لیکن تاریخ اس کا پتہ دینے سے قاصر ہے، ملل ونحل کی کتابین بھی اسکے اثبات سے عاجز ہین۔

افراد انسان کے افتاد طبیعت پر نظر کرو، ایک آنکھ سے غائب ہستی کے سامنے سر اعتراف خم کرنے کی گرانی کو دیکھو۔ ایک ایسے منصب کے ادعاء کے لئے جس کا کوئی مدعی ظاہر بین موجود نہو مختلف اشخاص کے فطری طمع و

رغبت کے جذبہ کا اندازہ کرو- اور پھر خلقت کے بھیڑ یا دھسان ہونے کا احساس کرو کہ کس طرح ہر آواز پہ لبیک کہنے والے کچھ نہ کچھ پیدا ہو ہی جایا کرتے ہین- ان تمام اسباب کا ناگزیر نتیجہ یہ ہے کہ امام حسن عسکری ع کی وفات کے بعد امامیہ فرقہ کے افراد مین طوائف الملوکی پیدا ہو جاتی اور تشتت و افتراق سے شیرازۂ اتفاق منتشر ہو جاتا اور بوقت واحد مختلف بارہوین امام اور انکے کچھ نہ کچھ ماننے والے پیدا ہو جاتے اور امام غائب کے وجود کا خیال اگر باقی بھی رہتا تو اُسکے تسلیم کرنے والے بہت کم ہوتے۔

لیکن صورت حال بالکل اسکے خلاف نمودار ہوئی یعنی امام یازدہم کے انتقال کے بعد عراق و حجاز، ایران کے دور و دراز نقاط اور اُنکے متفرق افراد مین ایک لہر تھی جو دوڑ گئی کہ اب دور دور غیبت ہے اور کوئی امام وقت ظاہر نہین ہے۔

آخر یہ کیا تھا؟! یہ انھی پیشین گوئیون کا نتیجہ تھا جنھون نے غیبت کو کوئی خلاف توقع امر باقی نہین رکھا تھا بلکہ افکار و خیالات کو اُسکی طرف متوجہ کر کے طویل عرصہ سے اُس کا منتظر بنا دیا تھا اور اسلئے کامل صبر و سکون اور اطمینان کے ساتھ اُس کا خیر مقدم کیا گیا اور کسی قسم کا اضطراب و انتشار نمودار نہونے پایا

پھر اسکے ساتھ سفراء کا وجود اور زیادہ اطمینان کا باعث تھا اور کامل تنظیم کے ساتھ افراد شیعہ کا رابطۂ اتصال سفیر وقت کے ساتھ قائم ہوتا تھا اور وہ

اُنکے تمام مسائل وعرائض کے جوابات کا ذریعہ ہوا کرتا تھا۔

یہ صورت حال اگر کم زمانہ تک باقی رہتی تو بھی اس مین تصنع اور بناوٹ کا شبہہ ہو سکتا تھا لیکن یہ اسّی برس کے قریب تک قائم رہی جس مین پورے طور پر جانچ پڑتال اور واقعہ کی تحقیق اور اصلیت کے انکشاف کا موقع تھا لیکن کامل انتظام و ترتیب کے ساتھ یہ سلسلہ باقی رہا اور اس مین کسی قسم کا انتشار پیدا نہین ہوا۔

اس عرصہ مین سفراء کی حقانیت وصداقت اُن وسائل و ذرائع سے کہ جو امتحانی و آزمائشی تھے پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی تھی اور اس لئے اُنکے متعلق کسی سوء ظن کی گنجائش محسوس نہ ہوتی تھی۔

بیشک سفراء کی مرکزیت بھی برسر اقتدار حکام کی نظر مین خار کی طرح کھٹکنے لگی اور اُس مین طرح طرح کی رکاوٹین ڈالی جانے لگین جس کا نتیجہ غیبت کبریٰ کی صورت مین رونما ہوا۔

یہ جمہور فرقۂ شیعہ کے سفراء پر اعتماد اور کامل وثوق و اطمینان کا نتیجہ تھا کہ سفیر آخر علی بن محمد سمری کے "للّٰہ امر ھو بالغہ" کی لفظون مین غیبت کبریٰ کی اطلاع دیدینے سے غیبت کبریٰ کا وقوع اُسی طرح متفقہ طور پر مسلم ہو گیا جسطرح اسکے قبل سفراء کی سفارت اور غیبت صغریٰ کا وقوع۔

اگر شیعی افراد بھی مثل اکثر افسانون کے "ہر کس بخیال خویش" اور "چندین شکل"

کے اصول پر عامل ہوتے تو کم سے کم یہی وہ وقت تھا کہ مختلف افراد دعوائے سفارت و نیابت کرنے والے پیدا ہو جاتے اور اس طرح ہر شخص اپنے نفوذ و اقتدار کے بڑھانے کی فکر کرتا لیکن یہ بھی نہیں ہوا، وہ حقیقت کے پرستار اور حق کے جویا ہمیشہ حق کے ڈھرے پر قائم رہے۔ اُنھوں نے ہر بات کو اُسکے موقع پر اسی طرح تسلیم کیا جس طرح انکو وہ صحیح معلوم ہوئی اور دلائل نے اُسکے تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔

یہ سوال کم سے کم مجھ کو تو عجیب معلوم ہوتا ہے کہ غیبت امام کے بعد امام کے وجود کا فائدہ کیا ہے؟ اسلئے کہ میں کافی توضیح سے اس امر کو ثابت کر چکا ہوں کہ غیبت امام کا زمانہ ۳۲۹ھ (سال غیبت کبریٰ) یا ۲۶۰ھ (سال غیبت صغریٰ) میں منحصر نہیں ہے بلکہ اسکے قبل بھی امام بحیثیت امام غائب ہی تھے اور امامت پردۂ غیبت میں مستور تھی۔

پھر جو فائدہ امام کا اُسوقت تھا یعنی یہ کہ امام انہی پردوں میں رہ کر ہدایت خلق کے فریضہ کو انجام دیں وہی اب بھی باقی ہے۔

میں نے اُس زمانہ کی حضوری کی نوعیت اس طور پر واضح کی ہو کہ درحقیقت وہ پردے جنکے پیچھے امامت کا جلوہ مخفی رکھا جاتا تھا محسوس تھے۔ اگر غور کیا جائے تو اتنے عرصہ تک پردوں کو محسوس رکھنے کا منشا بھی یہی تھا کہ لوگوں کو دکھا دیا جائے کہ دیکھو ہم پردوں میں رہکر ہدایت خلق اور حفاظت شریعت سے جو ہماری امامت کا اصلی مقصد ہے غافل نہیں ہوتے اور اُس کو

کسی کسی طرح انجام دیتے ہین پھر اگر ہم کسی وقت تمہاری آنکھون سے اوجھل اور تمہارے ظاہری حواس سے غائب ہوجائین تو یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم نے اپنے مقصد کو ترک کردیا اور اپنے فریضۂ تبلیغ سے غافل ہوگئے۔ اور اسی برس تک سفارت کے سلسلہ کا قائم رکھنا اپنے وجود کے کامل طور پر اثبات کے لئے تھا جس کے بعد شک وشبہہ کی گنجائش نہ ہو۔

یہ کہنا کہ "موجودہ وقت مین امام کی جانب سے ہدایت کس طرح ہوتی ہے جو ہمکو معلوم نہین" مضحکہ خیز ہے۔

کیا زمانۂ حضور امام مین جن جن پردون کے اندر اصلاح امت کے فرض کو انجام دیا گیا ہے انمین فریق ثانی کو بھی اس امر کا احساس ہوتا تھا کہ ہم کو ایک امام وقت بحیثیت امام ہدایت کرکے فریضۂ تبلیغ کو ادا کر رہا ہے؟ اس صورت سے تو پردہ کا مقصد فوت ہوجاتا اور سربستہ راز بے پردہ ہوکر سامنے آجاتا۔

بس اب اس سوال کا حل رہ جاتا ہے کہ آخر غیبت امام کا فلسفہ کیا ہے اور امام نے غیبت اختیار کیون کی؟

اسکے لئے مین اپنے محترم ناظرین سے صبر وسکون کے چند لمحون کا خواستگار ہون۔

غیبت امام کا فلسفہ

امن وامان کی حفاظت

"امن وامان" خوشگوار مفہوم ہے، دنیا کی تمام متمدن ومہذب قومیں اُسکی دل سے طالب ہیں اور اُس کو عالم کے صبر وسکون اور اطمینان کا ذریعہ خیال کرتی ہیں، روزانہ ایسے لائحہ عمل بنائے جاتے ہیں جنکے ذریعہ دنیا سے جنگ وبے امنی کا خاتمہ ہو اور امن وامان کا دور دورہ ہو جائے۔
سلطنتی معاہدے مجلس اقوام کی تشکیل اور تخفیف قوائے حربیہ کی تحریک ان سب کا مقصد ایک اور نصب العین متحد ہے اور وہ وہی امن وامان ہے لیکن جہان تک حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ تمام تجویزیں صرف اسمی ورسمی حیثیت رکھتی ہیں جنکو شرمندہ معنی نہیں سمجھا جا سکتا۔ وہ مقصد جس کے حصول کے لئے یہ تمام صورتیں اختیار کی جاتی ہیں بہت دور رہے، بلکہ اُس کے خلاف سلطنتوں کے باہمی رشک ورقابت مین اضافہ ہی ہو رہا ہے اور وہ وقت دور نہین جب یہ تمام کاغذی معاہدے اور تجویزیں ردی کی ٹوکری کا حصہ ہو جائین اور انہی متمدن حکومتوں کے اندر ایسی آویزش ہو جو جنگ عظیم کے واقعات کو وقف طاق

نسیان بنا دے۔ یہ سب آخر کیون؟ اسلئے کہ ظاہر باطن کا آئینہ دار اور
اعضاء وجوارح نفس ناطقہ یا ضمیر کے فرمان بردار ہوتے ہین جب تک دلون مین
خود غرضی، خود خواہی، خود پروری کے جذبات کار فرما ہین، اپنے مفاد کے مقابل
دوسرے کی اہم سے اہم ضرورت کوئی چیز معلوم نہین ہوتی۔ جہانداری وجہانبانی
کا شوق غالب ہے اور توسیع مملکت کا خیال سر کے اندر موجود ہے، ظاہری طاقت
وجبروت کا غرور رکھنے والون کی ذراسی بات کو بڑا اور اپنے بڑے سے بڑے جرم کو چھوٹا
دکھلانے پر تیار رہے۔ اُسوقت تک دنیا حقیقی امن وامان سے دوچار نہین ہوسکتی
اور نہ اُس مین سکون واطمینان کا دور دورہ ہوسکتا ہے۔ یہان اگر کچھ دن کے
لئے ظاہری سمجھوتون کی بنا پر فضا مین سکون نظر آئے بھی تو وہ بالکل عارضی ہو
کیونکہ وہ نفسانی خواہشات کے پر طاقت جھگڑون کا مقابلہ نہ کرسکیگا جو آندھی
کی صورت سے آنے والے ہین۔

اسلام دنیا مین امن وامان کا پیغام لے کر آیا تھا اور عین اُس وقت
کہ جب عربستان جنگ آزمائی وفتنہ خیزی کا آماجگاہ تھا اور بات بات پر لڑمرنا
اور اپنے اور دوسرے کے خون کو ایک کرنا اُنکی طبیعت وفطرت کا جزو اعظم
بنا ہوا تھا اسلام ہی تھا کہ جو اتحاد واتفاق اور رواداری وعافیت پروری
کا سبق دے رہا تھا اور مختلف طاقتون کو سلسلۂ تنظیم مین یکجہت اور ہم آہنگ بنا کر
عالم مین وحدت ومساوات کے اصول کی نشر واشاعت مین مصروف تھا لیکن

پیغمبر اسلام کے بعد مسلمانون کی زمام اصلاح و تربیت جن با اقتدار ہاتھون مین گئی وہ خود اُن جذبات سے بلند نہ تھے کہ جو دنیا کے امن وامان کے واسطے ازحد سموم اور سم قاتل ہین اور وہ اسلامی تعلیمات کے اصلی جوہر کو بھی پورے طور پر پہچان نہ سکے تھے اسلئے اُنھون نے اُسکی ترقی کثرت فتوحات اور تسخیر ممالک مین مضمر سمجھی اور بزور شمشیر لوگون کو اُس کا پابند بنا کر اُسکی مردم شماری مین اضافہ کیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آج اس دور تمدن و تہذیب مین جبکہ دنیا زبان سے "امن وامان" کی نام لیوا ضرور ہے چاہے عمل سے وہ کامیاب طریقہ پر اُسکی پابند نہو سکے اسلام کو امن وامان کا دشمن اور اُسکی ترقی واشاعت کو خونریزی اور آتش سوزی کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے جو اُس پر ایک نارواالزام کی حیثیت رکھتا ہی لیکن اُسکے لگائے جانے کی ذمہ داری خود اسلامی افراد کے سر عائد ہوتی ہے۔

ایمۂ اہلبیت ؑ جو حقیقۃً روحانیت اسلام کے محافظ اور اُسکے اسرار حقائق کے حامل تھے اُنھون نے اپنے طرز عمل مین ہمیشہ اس جوہر کی کامل نگہداشت کی ہے جو شخص اُنکی تاریخ زندگی مین عمیق نظر کرے اُس کو پتہ چلیگا کہ اُنھون نے اپنی حیات کے ہر دور مین فتنہ وفساد کے شعلون کو خاموش اور امن وامان کو قائم رکھنے کی جد وجہد کی، اُنھون نے اسکی خاطر اپنے حقوق سے ہاتھ دھوئے مصائب برداشت کئے تکلیفین سہین، مظالم جھیلے لیکن کبھی ایسے اقدام سے گریز کیا جو اختلاف انگیزی وفتنہ خیزی کا موجب ہو، اُنھون نے اس اہم پہلو کو

ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا کہ ہم پر جو کچھ گذر جائے اور جو صورتین بھی پیش آئین
لیکن ملک کی فضا مکدر نہو اور اُسکے سکون واطمینان مین دھچکا نہ لگے
اُنکی زندگی کا اصول اساسی عدم تشدد اور ظلم واستبداد کے مقابلہ مین
مظلومیت ومقہوریت تھا جسکے ساتھ وہ اپنے حقیقی مقاصد کے حصول مین
بھی کوشان رہے۔

رسالتمآب کے بعد ہی اُنکے وصی اول امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو
جس صورت حال سے مقابلہ کرنا پڑا وہ تاریخ کے اوراق پر ابتک موجود ہے
یہ بھی معلوم ہے کہ علی کی تلوار تنہا وہ تھی جس نے جوانی مین احد وخیبر وخندق
ایسی لڑائیان فتح کین اور بڑھاپے مین جمل وصفین ونہروان ایسے معرکے سر
کیے، وہ ادھیڑ پن مین بھی اُنکے پاس موجود تھی، اُنکے بازوون کی طاقت
اور دل کی قوت نے بھی جواب نہ دیا تھا پھر کیا تھا کہ اپنے حقوق کو ضائع ہونے
دیا، اپنے دروازہ پر لکڑیان جمع ہوتے دیکھین، اپنے گلے مین رسی بندھوائی
اور سب سے بڑھ کر معصومۂ کبریٰ فاطمہ زہراؑ پر وہ مظالم ہوتے دیکھے جنکا تذکرہ
بھی دلدوز ہے لیکن صبر کیا۔ بیشک مشہور قبیلہ بنی اُمیہ کے بزرگ خاندان
ابوسفیان نے آکر کہا تھا کہ لوشئت لملئتہا خیلاً ورجالاً اگر آپ چاہین
تو مدینہ کو مین آپ کی مدد کے واسطے سوار وپیادہ سے بھر دون" لیکن روحانیت
اسلام کے محافظ، امن وامان کے حامی امیر المومنینؑ نے ابوسفیان کو تلخ تر ین جواب دیا

جسکے بعد اُس کو کچھ کہنے کی بھی جرأت نہین ہوئی۔ اُنھون نے کہا "مازلت عدواللاسلام فی جاھلیتک واسلامک" تو اسلام کی عداوت سے باز نہ آیا جاہلیت مین بھی اور اسلام مین بھی" وہ خوب جانتے تھے کہ بحالت موجودہ تلوار اٹھانا اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کر دیگا، اُنکو معلوم تھا کہ اُس وقت شمشیر انتقام کا نیام سے کھینچنا تمام ملک کو خونریزی کے عظیم سمندر مین ڈبو دینا ہے۔ اُنھون نے ملک کے مفاد کو اپنے شخصی مفاد پر مقدم رکھا، اور ۲۵ برس خانہ نشینی مین گذار دیے۔ اُنھون نے اپنی بلند حوصلگی و عالی ظرفی کے تقاضا سے کبھی حکومت وقت کو مشکل اوقات مین امکانی امداد پہونچانے سے بھی دریغ نہین کیا، مشورے دیے مسائل کو حل کیا، قضایا کو فیصل کیا یہ سب اس لئے کہ نظام مملکت مین انتشار نہو اور اسلام کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔

دوسرون کے برسر اقتدار ہونے پر زبانی احتجاج و استدلال پر اکتفاء اور عملی حیثیت سے سکوت کر کے اُنھون نے ثابت کر دیا کہ صرف اپنے ذاتی مفاد کے لئے اگرچہ وہ جائز حقوق کی حفاظت کیلئے ہو جارحانہ اقدام نہین کرتے اور خود اپنی طرف سے دنیا کے امن و امان کو صدمہ نہین پہونچاتے۔

بیشک جب مسلمانون کے اتفاق آراء و اکثریت نے بلا نزاع و اختلاف خود آپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور نظام حکومت کی ذمہ داریان آپکی طرف عائد ہو گئین تو ایسے لوگ جنھون نے ذاتی اغراض کے ماتحت اسلامی نظم ونسق

کو درہم و برہم اور عالم اسلامی کے شیرازہ کو منتشر اور اسکے امن و امان کو فنا کرنا چاہا انکے تادیبی مہم کی جانب توجہ مبذول کرنا ضروری تھی جو خالص مدافعانہ حیثیت سے انجام پذیر ہوئی۔

صفین کی تحکیم کے بعد امیر معاویہ کے لئے ایک مضبوط اقتدار حاصل ہو گیا تھا اور شام و مصر وغیرہ مین انکی سلطنت پورے طور پر قائم، اس طرف امیر المومنین کی شہادت اور حسن مجتبیٰؑ کے برسر حکومت ہونے نے صورت حال مین ذرا تازگی پیدا کر دی تھی اور اسلیے حسن مجتبیٰؑ کا معاویہ سے برسر پیکار ہونا جس کے لئے امیر المومنینؑ کے بقیہ ساتھی بے چین تھے ایک حد تک جارحانہ صورت اور ملک گیری کی خواہش مین امن سوزی کا شائبہ رکھتا تھا اسلیے امام حسنؑ نے صلح کر لی اور دنیا کو دکھلا دیا کہ اجتماعی شیرازہ بندی کے لیے کس طرح شخصی منافع کو پامال ہونے دیا جاتا ہے۔ انھون نے اس صلح کے بعد طرح طرح کے مصائب جھیلے دشمنون اور ظاہری دوستون کی زبان سے سخت و سست کلمات سنے اور دل آزار طعن و تشنیع اور روح فرسا الزامات کو برداشت کیا، یہ سب کس لیے؟ صرف امن و امان اور عام افراد کے راحت و اطمینان کی خاطر

دس برس تک امام حسینؑ کا بھی صبر آزما اذیتون کے باوجود تحمل سے کام لینا فرض اسی کی خاطر تھا اور وہ یزید کے خلیفہ ہو جانے پر بھی سکوت ہی سے کام لیتے اگر خود اُن سے بیعت طلب نہوتی جبکہ بیعت کو وہ اسلام کے لئے مہلک ترین ضرب سمجھتے

تھے اور وہ تھی بھی ایسی، لہذا اُنھون نے صرف مفادِ اسلامی کی خاطر بیعت سے گریز کیا۔ اگر اُنھین لڑنا ہی منظور ہوتا اور یزید سے مقابلہ کرنا تو وہ مدینہ مین رہ کر ہی اطراف وجوانب مین خطوط لکھتے اور ایک بڑا لشکر جمع کرتے یا مکہ مین طائف و یمن کے شہرون سے امداد حاصل کرتے جو علی ابن ابی طالبؑ کے شیعون سے چھلک رہے تھے۔

لیکن اُنھون نے ایسا نہین کیا، اُنھین تو ملک مین فتنہ وفساد کے شعلون کو بھڑکانا منظور نہ تھا، وہ امن وامان کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے تھے بس وہ بیعت سے فرار کئے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ اور دوسری سے تیسری جگہ جا رہے تھے اور یہی مسلک اُنکا آخر تک باقی رہا۔

اُنھون نے کربلا پہونچنے کے بعد آخری وقت فرصت تک بھی عمر بن سعد کو فہمائش کی ہے اور کہا ہے کہ مجھ کو پہاڑون مین چلا جانے دو، ملک عرب کے حدود سے باہر نکل جانے دو لیکن جب معلوم ہو گیا کہ فریق مقابل کے ہزارون تلوارون تیرون کو صرف حسینؑ اور اُنکے ساتھیون کے خون کی ضرورت ہی اور کچھ نہین ہے تو وہ بھی کمال بلند حوصلگی سے اسکے لئے طیار ہو گئے اور روزِ عاشور کے مرقع کو ہمیشہ کے لئے اپنے خون سے رنگین بنا گئے۔

سید سجادؑ اور اُنکے بعد سے امام حسن عسکریؑ تک تمام ائمہ معصومینؑ کی عمرین بھی بالکل خاموشی مین گذرین، اُنھون نے جیلخانون مین رہنا، نظر بند ہونا، غل

وزنجیر کا پہننا اور تنہائی مین بسر کرنا گوارا کیا لیکن کبھی اپنے متبعین کو جنگ کیطرف
دعوت نہین دی بلکہ ہمیشہ خود اپنے خاندان مین سے اُن لوگون کے افعال سے
برارت کی جنھون نے شمشیر انتقام کو کھینچکر آتش حرب کو مشتعل کرنا چاہا اور اپنے
ساتھیون کو اُنکا ساتھ دینے سے ممانعت کی۔

یہ سب کس لئے ؟ ملک کے امن و امان، عالم کے راحت و اطمینان کی خاطر
اس امن پسندی وعافیت گزینی کے باوجود تجربون نے بتلایا کہ صرف اُنکے
ذاتی کمالات کے باعث جو فطرةً لوگون کی گرویدگی کا باعث تھے دنیا اُنکی زندگی
کی دشمن ہے اور اس لئے برابر اُنکی زندگی کے چراغ دشمنون کے ظلم واستبداد
کی آندھیون سے خاموش ہوتے رہے جس کو اُنھون نے کامل صبر و تحمل کیساتھ
انگیز کیا اس لئے کہ ابھی امامت کا سلسلہ باقی تھا۔ وہ اپنی زندگی کو ختم کر کے
امامت کی ذمہ داریان ایک دوسری ہستی کے سپرد کرجاتے تھے۔

لیکن نوبت آئی امام ثانی عشر کی، وہ جن پر اس سلسلہ کا اختتام اور اس
نظام کی انتہا ہے، دنیا واہل دنیا کی افتاد طبع کو دیکھتے ہوئے یہ امر ناگزیر ہے کہ
اُنکی نسبت بھی ارباب دولت واقتدار کا رویہ وہی رہے جو اُنکے قبل اُنکے
اجداد کے ساتھ رہا کیا یعنی وہ زندگی کے ہر نفس مین اُنکی زندگی کو فنا کرنے کے
درپے رہین اور باطنی ضرب زہر یا ظاہری ضرب شمشیر سے اُنکے روح وبدن مین
جدائی ڈالنا چاہین۔

اب دو حال سے خالی نہین یا تو قدرت اُنکو کافی قابو دیکر اُنھین اپنے مقصد مین کامیاب ہو جانے دے اور امام صبر و سکون کے ساتھ اپنی جان کو جانے دین۔ جیسا کہ اسکے قبل ہوتا رہا تو خدائی نصب العین ہاتھ سے گیا اور سلسلہ امامت منقطع ہو گیا الیٰ ئہ کہ یہ پہلے سے طے ہو گیا ہی کہ ائمہ بس بارہ ہی ہونیوالے تھے اور یا ہر مرتبہ اُنکی مدافعت ہو اور اونکی طاقتون کو توڑنے، اُنکے منصوبون کو باطل کرنے، اُنکے ارادون کو ناکامیاب بنانے کے اسباب مہیا ہون اور اسطرح امام کی حفاظت کی جائے تو کیا یہ تصادم و تقابل کا ایک غیر محدود سلسلہ نہو گا اور کیا اسکے بعد دنیا کا امن و امان باقی رہ سکتا ہے؟

دنیا و اہل دنیا کی اُفتاد طبع یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ مقصد مین ناکامیابی ہو تو دوبارہ زیادہ ساز و سامان سے اُسکی کوشش اور پھر ناکامیابی پر تبارہ اُس سے زیادہ اور یونہی جب تک جان مین جان ہے کوشش کا سلسلہ قائم رہے اب ذرا صحیح تفکر کے ساتھ اس صورت کا اندازہ کرو تو تم کو مجسم طریقہ پر یہ نظر آئیگا کہ اگر پہلی دفعہ انفرادی حیثیت سے گرفتاری یا قتل کی کوشش ہوئی اور وہ ناکامیاب ثابت ہوئی تو دوسری مرتبہ اجتماعی حیثیت سے چند آدمیون کی معیت مین اور اُس پر بھی مقصد نہ پورا ہوا تو ایک فوج کے ساتھ اور وہ ایک مرتبہ ناکام ثابت ہوئی تو دوبارہ اسلحہ کے اضافہ اور فوج کی زیادتی کے ساتھ اور اس طرح یہ ایک طویل سلسلہ ہو گا فتنہ و فساد اور تصادم و تقابل کا جو دنیا سے

صبر وسکون کو مفقود اور راحت واطمینان کو نایاب بنانے کا ذمہ دار ہے اسکے لئے صرف ایک یہی صورت کامیاب تھی کہ امام کا وجود باقی رہے لیکن دنیا کی نظرون سے پوشیدہ اور لوگون کی آنکھون سے اوجھل اور وہ اسی پردہ مین رہ کر غیر محسوس طریقہ پر اپنے فرائض کو انجام دین۔ اس مین نہ تو مقصد امامت کا فوت ہے اور نہ دنیا کے صبر وسکون مین خلل"

امام کی غیبت یقینا دنیا کے امن وامان کی خاطر تھی جسکے ساتھ مقصد کا تحفظ بھی مضبوط طریقہ پر انجام پذیر ہو۔

ضرورت ہے انکے وجود کی بھی اور انکے غیبت کی بھی۔ کب تک ہ جبتک کہ خدا کو اس کارگاہ عالم ہستی کا ایک طویل مدت تک باقی رکھنا منظور ہے۔ بیشک جب دنیا کی عمر قریب ختم پہونچے اور یوم موعود نزدیک، اُسوقت ہدایت خلق کی تمام مضمر طاقتون کے ظاہر ہوجانے کا وقت اور لیظہرہ علے الدین کلہ والے وعدہ کے پورا ہونیکا موقع ہی، وہ وہ زمانہ ہے کہ پردۂ غیبت چاک ہو اور امام عصر ظہور فرمائین،

اُنکی حقانیت کا ثبوت بھی شمشیر وخنجر اور تیر وتفنگ کی طاقتون کا ممنون احسان نہوگا بلکہ آسمانی نشانیان اور کائنات عالم کی متفقہ گواہیان اور خداوندی آیات وعلامات کی متواتر تجلیان اُنکے ظہور کے قبل وبعد انکی نقابت کا فرض انجام دیکر افراد بشر کے سامنے اُنکا بہتر سے بہتر تعارف کرادینگی جنکے بعد

کسی منکر کے لئے حیلہ حوالہ اور شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہ رہیگی۔ اُنکا ظہور بالکل اپنے جد امجد اور مورث اعلیٰ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ظہور کی تصویر ہوگا اور اُسی صورت سے اعلاء کلمۃ الحق اُنکا نصب العین لیکن جس طرح رسولؐ کو تلوار اٹھانا پڑی اُن لوگون کے ہاتھون مجبور ہو کر جو خود آپکی تحریک کو پامال کرنے کے لئے خونریزی و امن سوزی پر آمادہ ہو گئے تھے اسیطرح اُنکے مقابلہ مین خود وہ جنھین اپنے باطل اقتدار کی بنیادون مین اس حقانی طاقت کے ہاتھون زلزلہ محسوس ہوگا وہ اس کی بیخ کنی پر ہر امکانی جدوجہد سے آمادہ ہو جائینگے اور آپکے مقابلہ مین صف آرائی و فوج کشی مین اپنی منصوبہ بازیان صرف کر دینگے جس کا ردعمل یہی ہے کہ اُنکی ہمتون کو پست اور اُنکی طاقتون کو مضمحل اور اُنکے ارادون کو شکست دیکر دین حق کو محفوظ اور اُسکے بول کو بالا رکھا جائے اور اس طرح لیظہرہ علی الدین کلہ کا وعدہ پورا ہو۔

یہ حقیقت حال سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ حضرت حجت کی ان لڑائیون پر اصول امن و امان کے تحت مین حرف گیری کیجائے جبکہ وہ لڑائیان مدافعانہ حیثیت رکھتی ہین اور امن و امان کی حفاظت کیلئے ان لوگون کی سرکوبی کیلئے ہین جو شخصی اقتدار اور ذاتی استبداد کی خاطر اجتماعی روح حیات کو فنا اور امن و امان کے نظم کو درہم برہم کرنا چاہتے ہین اس طرح دین الٰہی کا دور دورہ تمام عالم مین منتشر ہو جائیگا اور حق و صداقت کا آفتاب آفتاب نیمروز بنکر دنیا مین چمکنے لگے گا، یہانتک کہ حکم الٰہی

پورا ہوا اور ہولئے فنا سے آخری چراغ امامت کی لو بھی محفوظ نہ رہے لیکن وہ وقت ہوگا کہ جب دنیا کی بھی زندگی ختم ہے اور قیامت کے ہولناک اسرار و آثار کے ظہور کا وقت ہے۔

اس مطلب کی طرف خود جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد حدیثوں میں بہت لطیف عنوان سے اشارہ فرمایا ہے۔

ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ابن حجر مکی (مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۴)

اخرج ابو یعلی عن سلمۃ بن الاکوع ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال النجوم امان لاھل السماء واھل بیتی امان لامتی۔

"ستارے اہل آسمان کے لیے امن وامان کا باعث اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امن وامان کا ذریعہ ہیں" اس روایت کو حضرت رسولؐ سے ابو یعلی نے اپنی سند سے نقل کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے۔

اھل بیتی امان لاھل الارض فاذا ھلک اھل بیتی جاء اھل الارض من الایات ما کانو ایوعدون۔

"میرے اہل بیت اہل زمین کی حفاظت وامان کا سبب ہیں پس جب میرے اہلبیت اٹھ جائینگے تو اہل زمین کے لئے وہ نشانیاں (آثار قیامت) ظاہر ہونا شروع ہو جائینگی جنسے ان کو ڈرایا جاتا رہا ہے"

امام احمد بن حنبل کی روایت ہے:-

فاذا ذهب النجوم ذهب اهل السماء واذا ذهب اهل بیتی
ذهب اهل الارض۔

"جب ستارے فنا ہونگے تو اہل آسمان کی فنا کا وقت ہے اور جب میرے
اہلبیت اُٹھینگے تو بس پھر اہل زمین کے فنا ہونے کا وقت ہے"

علامہ ابن حجر نے صد ۹۳ میں ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

وذلک عند نزول المهدی لما یأتی فی احادیثه ان عیسی یصلی خلفه
ویقتل الدجال فی زمنه وبعد ذلک تتابع الآیات۔

"یہ صورت امام مہدی کے ظہور کے بعد ہوگی اسلئے کہ اُن احادیث میں یہ وارد
ہوا ہے کہ عیسی آپ کے پیچھے نماز پڑھینگے اور دجال آپ کے زمانہ میں قتل کیا جائیگا،
بس اس دور کے بعد آیات قدرت (آثار قیامت) پے در پے ظاہر ہونا شروع ہو جائینگی
اسکے ساتھ اُن احادیث پر بھی نظر ڈالنا چاہیئے جنمیں خلفاء وائمہ حقیقی کی تعداد
بتلائی گئی ہے کہ وہ بارہ ہونگے۔

ملاحظہ ہو ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول صد ۲۴۵

عن الشعبی عن مسروق قال بینا نحن عند ابن مسعود نعرض مصاحفنا
علیه اذ قال له فتی هل عهد الیکم نبیکم کم یکون من بعده خلیفة قال
انک لحدیث السن وان هذا الشیء ما سألنی عنه احد قبلک نعم عهد الینا

maablib.org

نبیناصلے اللہ علیہ وسلم انہ یکون بعدہٗ اثناعشر خلیفۃ بعد دنقباء بنی اسرائیل۔

"مسروق کی روایت ہے کہ ایک روز ہم ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے اپنے قراٰتوں کو پیش کر کے تصحیح کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ ایک جوان نے ابن مسعود سے پوچھا "تمھارے نبی نے کسی قرارداد کے ذریعہ سے یہ بھی بتلایا ہے کہ اُنکے بعد کتنے خلیفہ ہونگے ؟" ابن مسعود نے کہا "تم تو کمسن ہو اور یہ سوال ایسا ہے کہ جو تمھارے قبل کسی نے مجھ سے نہیں کیا تھا۔ ہاں بیشک ہمارے رسول نے ہم سے یہ عہد وپیمان قرار دیا ہے کہ آپکے بعد نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق ۱۲ خلیفہ ہونگے ۔"

صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

لایزال الدین قائماحتیٰ تقوم الساعۃ ویکون علیہم اثناعشر خلیفۃ کلھم من قریش "ہمیشہ دین قائم رہیگا یہانتک کہ قیامت آئے اور تمام لوگوں کے رئیس بارہ خلیفہ ہونگے جو سب قریش سے ہونگے۔"

دین کے قیامت تک قائم رہنے کی تمہید کے ساتھ افراد بشر میں ۱۲ خلفاء کے ہونے کی خبر دینا صاف طور سے بتلاتا ہے کہ وفات رسولؐ سے روز قیامت تک کا مجموعی مقدار کہ جس میں دین کا قیام و بقاء رہے پورے ۱۲ خلفاء پر منقسم ہے خصوصاً جب اسکے ساتھ نمبر دکھایا جاتا ہے

سنن ابو داؤد کی روایت کا کہ

لایزال ھذا الدین عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش

"ہمیشہ یہ دین عزت دار رہیگا جب تک کہ ۱۲ خلفار کا سلسلہ باقی رہے

جو سب قریش سے ہین"۔

اور صحیحین کی دوسری حدیث۔

لایزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش

"لوگون کا دین اسوقت تک جاری و نافذ رہیگا کہ جب تک ۱۲ خلفار اُنکے

والی ہین کہ جو سب قریش سے ہونگے"۔

اور تیسری روایت۔

ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش

"یہ امر دین منقضی نہین ہو سکتا جب تک کہ وہ بارہ خلفار گذر نہ جائین

جو سب کے سب قریش ہونگے"۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ دین کا قیام و بقار ان خلفار کے دم تک ہے اور پہلی حدیث مین تصریح ہے کہ دین کا قیام و بقار روز قیامت تک ہے، اس سے صریحی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان بارہ خلفار کو وفات رسولؐ سے لیکر قیامت تک کی مجموعی مدت مین موجود رہنا چاہیئے۔

تاج و تخت کے مالک ظاہری خلفار کا حساب کیا جائے تو شروع سے لیکر

اسوقت تک کی مجموعی تعداد کئی درجنون تک پہونچتی ہے اور اب تو بالکل آن قدح بشکست وآن ساقی نماند کے مطابق وہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا - اگر رسول کے کلام مین سچائی کا جوہر ہونا ضروری سمجھا جائے تو یہ احادیث ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کیحقانیت کے لئے نص صریح نظر آئینگے اور یہ معلوم ہو جائیگا کہ انہی کے وجود تک شیرازہ عالم قائم ہے اور اُنکے بعد قیامت آنے کے سوا کچھ نہین ہے -

مہدی موعود کے ظہور کی پیشین گوئی

اور

اسلام کے متفقہ احادیث

مہدی موعود کا نام و نسب ، اور اُنکے اوصاف و خصوصیات

اور ظہور کے علامات

مہدی موعود کے ظہور کا مسئلہ ایسا نہین ہے جو اسلامی دنیا مین کوئی اختلافی حیثیت رکھتا ہو یا اُس مین کسی خاص فریق کو خصوصیت حاصل ہو بلکہ مسلمانون کے مستند احادیث جن پر اُنکے ارکان مذہبی اور اصول دیانتی کا دارومدار ہے وہ اس نقطہ پر متفق ہین اور اسی لئے ہزارون اختلافون کے باوجود اصل مہدی کے

ظہور مین مسلمانون کے اندر کوئی اختلاف نہین ہو یہ احادیث مبہم صورت بھی نہین رکھتے
کہ جنمین مہدی کی شخصیت کو غیر محدود افراد کے اندر مردد چھوڑ دیا ہو بلکہ انمین خصوصیات
واوصاف کے ذریعہ سے مہدیت کے دائرہ کو محدود سے محدود تر بنا دیا گیا ہے۔

سواد اعظم کے جوامع حدیث ان احادیث سے مملو ہین اور بہت سے اکابر
حفاظ وشیوخ نے خاص حضرت مہدی کے متعلق رسالے اور کتابین تصنیف کی ہین
جنمین سے امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی متوفی ۶۵۸ھ کی کتاب
"البیان فی اخبار صاحب الزمان" خوش قسمتی سے میرے پیش نظر ہے جو ۱۳۲۱ھ
مین دنیائے اسلام کے ممتاز مرکز علم ودار السلطنت مصر مین طبع ہوئی ہے۔

اس کتاب کا تذکرہ خود مصنف نے اپنی مشہور کتاب کفایۃ الطالب کے آخر
مین کیا ہے اور کاتب چلپی کی کتاب کشف الظنون مین بھی اس کا ذکر بایں الفاظ
موجود ہے البیان فی اخبار صاحب الزمان للشیخ ابی عبد اللہ محمد بن
یوسف الکنجی المتوفی سنۃ ثمان وخمسین وستمائۃ

چنانچہ سردست اسی کتاب البیان اور دیگر چند مستند کتب سے جو سامنے
موجود ہین ایک فہرست اُن احادیث کی جو امام مہدی کے متعلق وارد ہوئی ہین
نذر ناظرین کرتا ہون جس سے اندازہ ہوگا کہ امام مہدی کا ظہور کوئی فرقہ شیعہ کی
منگڑہت نہین ہے بلکہ اسلامی متفقہ احادیث اس عقیدہ مین اُن کے
ہم آواز ہین۔

(۱)

اخرج احمد والباوردی انہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ابشروا بالمہدی رجل من قریش من عترتی یخرج فی اختلاف من الناس و زلزال فیملأ الارض عدلا وقسطا کما ملأت ظلما وجورا ویرضی عنہ ساکن الارض والسماء ویقسم المال صحاحا بالسویۃ ویملأ قلوب امۃ محمد غنی ویسعھم عدلہ

"مبارک ہو تم کو مہدی کا ظہور وہ ایک شخص ہوگا قریش مین کا میری عترت مین سے اور نوع بشر کے اختلاف و تلاطم کے وقت ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے مملو کردیگا جس طرح وہ اسکے قبل ظلم وجور سے مملو ہو چکی ہوگی اس سے زمین و آسمان دونون کے رہنے والے خوش ہونگے، وہ پوری پوری مساوات کے ساتھ اموال کو تقسیم کریگا اور مسلمانون کے دلون کو غنی کردیگا، اور اونکو عدل و انصاف سے گھیرے گا۔"

اس روایت کی امام احمد بن حنبل اور باوردی نے تخریج کی ہے ملاحظہ ہو صواعق محرقہ علامہ ابن حجر کی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۲ و اسعاف الراغبین محمد بن علی صبان مصری مطبوعہ مصر بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۴۳ نور الابصار مین سید مومن شبلنجی نے اس روایت کو مسند احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے اور ابتدائی الفاظ یہ ہین کہ ابشرکم بالمہدی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا و ظلما

نور الابصار صد ۱۵۵) اور حافظ گنجی نے ان لفظوں سے نقل کیا ہے ابشرکم بالمھدی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس وزلازل الخ اور اسکو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ھذا حدیث حسن ثابت اخرجہ شیخ اھل الحدیث فی مسندہ (کتاب البیان صد ۳۶)

(۲)

عن علی علیہ السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لولم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللہ رجلا من اھل بیتی یملأھا عدلا کما ملأت جورا ھکذا اخرجہ ابوداؤد فی سننہ۔

"حضرت علی کی روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا اگر زمانہ مین ایکدن سے زیادہ باقی نہ رہا ہو تو جب بھی میرے اہلبیت مین سے ایک شخص مبعوث ضرور ہو گا جو زمین کو عدل سے مملو کر دے جس طرح اس مین جور و ستم کا دور دورہ ہو چکا ہو گا، حافظ ابوداؤد نے سنن مین اسکی تخریج کی ہے" (کتاب البیان حافظ گنجی صدا، نور الابصار شبلنجی صد ۱۵۴) ایک روایت مین من اھل بیتی کی جگہ من عترتی ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اخرج ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ (صواعق محرقہ صد ۹۸) اور اسی صورت پر علامہ صبان نے بھی اس کو درج کیا ہے (اسعاف الراغبین حاشیہ صد ۱۳۴)

(۳)

ابو ہریرہ کی روایت لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطوّل اللہ ذلک الیوم حتی یلی رجل من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی۔

"اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن باقی ہو تب بھی خدا اُس دن کو طولانی کر دیگا یہان تک کہ ظاہر ہو میرے اہل بیت مین سے ایک شخص جس کا نام میرے نام کا سا ہو گا۔"

حافظ کنجی نے کہا ہے۔ ھذا حدیث صحیح ھکذا اخرجہ الحافظ محمد ابو عیسیٰ الترمذی فی جامعہ الصحیح (کتاب البیان ص۹)

(۴)

جاحل صدفی کی روایت سیکون بعدی خلفاء ومن بعد الخلفاء امراء ومن بعد الامراء ملوک جبابرۃ ثم یخرج المھدی من اھلبیتی یملأ الارض عدلا کما ملأت جورا۔

"میرے بعد کچھ خلفا ہونگے پھر کچھ امراء کا سلسلہ شروع ہو گا، اُنکے بعد جابر و ظالم بادشاہ ہونگے پھر میرے اہلبیت مین سے مہدی کا ظہور ہو گا، جو زمین کو عدل سے مملو کر دیگا جیسا کہ وہ جور و ستم سے مملو ہو گئی ہو گی۔"

حافظ کنجی نے لکھا ہے ھکذا رواہ ابو نعیم فی فوائدہ والطبرانی فی معجمہ الکبیر ورویناہ عالیا من ھذا الوجہ (کتاب البیان ص۵۱)

maablib.org

نورالابصار صـ ۱۵۵ مین بھی یہ حدیث انہی دونون حوالون سے مذکور ہے لیکن اُس مین اسناد اس کا جابر بن عبداللہ انصاری کی طرف ہے۔

(۵)

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو مخاطب کر کے ایک طویل حدیث کے ذیل مین فرمایا ہے۔

منّا سبطا هذه الامة ابناك الحسن والحسين وهما سيدا شباب اهل الجنة وابوهما والذی بعثنی بالحق خير منهما يا فاطمة والذی بعثنی بالحق ان منهما مهدی هذه الامة اذا صارت الدنيا هرجا ومرجا وتظاهرت الفتن وتقطعت السبل واغار بعضهم علی بعض فلا كبير يرحم صغيرا ولا صغير يوقر كبيرا يبعث الله عند ذلك منهما من يفتح حصون الضلالة وقلوبا غلفا يقوم بالدين فی اخر الزمان كما قمت به فی اول الزمان ويملأها عدلا كما ملأت جورا۔

"ہم ہی مین سے سبطین ہین یعنے تمھارے دونون فرزند حسن حسین اور یہ دونون جوانان اہل جنت کے سردار ہین اور خدا کی قسم انکا باپ ان سے بھی افضل ہے اور بخدا انہی دونون کی نسل سے مہدی امت ہوگا اُس وقت کہ جب نظم دنیا درہم و برہم اور فتنہ و فساد کا سلسلہ قائم ہوگا اور راستے بد امن

اور لوگ لوٹ مار مین مشغول ہونگے، نہ بڑا چھوٹے پر شفقت اور نہ چھوٹا بڑے کی بزرگداشت کرتا ہوگا، اُسوقت اِن دونون کی نسل سے خدا اُس کو مبعوث کریگا جو ضلالت و گمراہی کی قلعون اور قفل پڑے ہوئے دلون کو فتح کریگا وہ آخر دور مین دین کو اُسی طرح قائم کریگا۔ جس طرح مین نے اول دور مین قائم کیا۔ وہ دنیا کو عدل سے اُسی طرح معمور کردیگا جیسا وہ ظلم سے مملو ہوچکی ہوگی۔"

حافظ گنجی نے اس پوری حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے ھکذا ذکرہ صاحب حلیۃ الاولیاء فی کتابہ المترجم بذکر نعت المہدی و اخرجہ الطبرانی شیخ اہل الصنعۃ فی معجمہ الکبیر" اس کو حافظ ابونعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے اپنی کتاب حالات امام مہدی مین درج کیا ہے اور اسکی علم حدیث کے کامل الفن استاد طبرانی نے معجم کبیر مین تخریج کی ہے اور اس فقرہ کی شرح مین کہ وہ حسن وحسین دونون کی نسل سے ہوگا حاشیہ پر لکھا ہے وذلک لان ام الباقر بنت الحسن المجتبیٰ فھو ومن بعدہ من الائمۃ من نسلھما" بات یہ ہے کہ امام باقر کی والدہ امام حسن کی صاحبزادی تھین اسلئے وہ اور اُنکے بعد کے ائمہ سب حسن وحسین دونون کی نسل مین سے ہین۔" (کتاب البیان ص۸۱)

الحاکم فی صحیحہ یحل بامتی فی اٰخرالزمان بلاء شدید من سلاطینہم لم یسمع بلاء اشد منہ حتی لا یجد الرجل ملجاء فیبعث اللہ رجلا من عترتی اھل بیتی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملأت ظلما وجورا

"میری امت آخر زمانہ مین سلاطین کے ہاتھون ایک عظیم بلاء مین مبتلا ہوگی جس سے زیادہ بلا سنائی نہ دی گئی ہوگی یہان تک کہ کسی کو کوئی جائے پناہ نہ ملے گی،

اُس موقع پر خدا میری عترت اور اہلبیت مین سے ایک شخص کو مبعوث کریگا، جو زمین کو عدل وانصاف سے مملو کردے جس طرح وہ ظلم وجور سے مملو ہو گئی ہو گی" اس حدیث کی حاکم نے مستدرک مین تخریج کی ہے (صواعق محرقہ صـــ۱۰۱) اور اسعاف الراغبین مین اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے وروی الطبرانی والبزار نحوہ (حاشیہ نورالابصار صـــ۱۳۴ - ۱۳۵)

اس حدیث کے مثل ابوسعید خدری کی دوسری روایت ہے قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاءً یصیب الامۃ حتی لا یجد الرجل الخ

اس کو حافظ گنجی نے کتاب البیان مین نقل کیا ہے (صـــ۲۳) اور اسی روایت کو حافظ شام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الصحاح والحسان مین جس کا قدیم قلمی نسخہ میرے سامنے ہے حسان کے ذیل مین درج کیا ہے۔

(۷)

المہدی رجل من عترتی یقاتل علی سنتی کما قاتلت انا علی الوحی "مہدی میری عترت مین سے ہوگا وہ میری سنت پر جہاد کریگا جس طرح مین نے وحی کی بنار پر جہاد کیا" اس کی نعیم بن حماد نے تخریج کی ہے اصواعق محرقہ صنا ۱۰)

(۸)

ام سلمہ کی روایت المہدی من عترتی من ولد فاطمۃ "مہدی میری عترت مین فاطمہ کی نسل سے ہوگا"

حافظ کنجی نے ایک طریق سے اس کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے ھذا حدیث حسن صحیح اخرجہ ابن ماجۃ الحافظ فی سننہ کما اخرجناہ پھر ایک دوسرے طریق سے اس روایت کو درج کیا ہے اور پھر لکھا ہے۔ ھذا حدیث حسن صحیح اخرجہ الحافظ ابو داؤد فی سننہ (کتاب البیان ص ۱۵-۱۶)

ابن ماجہ والی روایت سنن ابن ماجہ مطبوعۂ مصر (ج ۲ ص ۲۶۹) مین موجود ہے بے شک اُسکی لفظین یہ ہین المہدی من ولد فاطمۃ۔

علامہ ابن حجر نے اس حدیث کو من عترتی کی لفظ کے ساتھ درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اخرجہ مسلم وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ والبیہقی واخرون

(صواعق محرقہ ص۱۰۱)

حافظ سیوطی نے بھی کتاب الصحاح و الحسان میں اس روایت کو حسان کے ذیل میں درج کیا ہے۔

(۹)

حذیفہ بن الیمان کی روایت المھدی من ولدی وجھہ کالقمر الدری اللون لون عربی والجسم جسم اسرائیلی یملأ الارض عدلا کما ملأت جورا یرضی بخلافتہ اھل السموات واھل الارض۔

"مھدی میری اولاد میں سے چہرہ اُس کا مثل ماہتاب کے روشن ہوگا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی وہ زمین کو عدل و انصاف سے مملو کر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے مملو ہوگی۔ اُس کی خلافت سے اہل آسمان و اہل زمین سب ہی راضی و خوشنود ہونگے۔"

اس کی ابن شیرویہ دیلمی نے فردوس الاخبار میں تخریج کی ہے (کتاب البیان حافظ گنجی ص۳۳ نور الابصار شبلنجی ص۱۵۴) علامہ ابن حجر نے اس کو رویانی وطبرانی وغیرہما کے حوالہ سے درج کیا ہے اُس کی لفظیں یہ ہیں المھدی من ولدی وجھہ کالکوکب الدری

(صواعق محرقہ ص۱۰۱) اور اسی کے مثل علامہ صبان نے نقل کیا ہے۔ (اسعاف الراغبین حاشیہ ص۱۳۵)

(۱۰)

ابو ایوب انصاری کی روایت کہ حضرت نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو مخاطب کر کے فرمایا منا سبطا ھذہ الامۃ الحسن والحسین وھما ابناک ومنا المھدی۔

"ہم میں سے سبطین حسن وحسین ہیں جو تمھارے فرزند ہیں اور ہم میں سے مھدی ہیں"۔

ھکذا رواہ الطبرانی فی معجمہ الصغیر (کتاب البیان صہ ۱۴ وصواعق محرقہ صہ ۱۰۱)

(۱۱)

انس بن مالک کی روایت نحن ولد عبد المطلب سادۃ اھل الجنۃ انا وحمزۃ وعلی وجعفر والحسن والحسین والمھدی۔

"ہم اولاد عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں اور حمزہ اور علی اور جعفر اور حسن اور حسین اور مھدی"

حافظ گنجی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ھذا حدیث صحیح اخرجہ ابن ماجہ الحافظ فی صحیحہ کما سقناہ ورویناہ عالیا بحمد اللہ واخرجہ الطبرانی عن جعفر بن عمر بن الصباح عن سعد بن عبد الحمید کما اخرجناہ ورواہ ابو نعیم الحافظ فی مناقب المھدی بطرق شتیٰ۔

(کتاب البیان ص۱۸۱) سنن ابن ماجہ مطبوعۂ مصر کے ج ۲ ص ۲۶۹ مین یہ روایت موجود ہے اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ مین اس کو دیلمی وغیرہ کے حوالہ سے درج کیا ہے (ص ۹۴)

(۱۲)

حضرت علیؑ کی روایت قلت یا رسول اللہ امنّا ال محمد المھدی ام من غیرنا فقال رسول اللہؐ لابد منا بنا یختم اللہ الدین کما فتح اللہ بنا۔

"مین نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا مھدی ہم آل محمدؐ سے ہوگا یا ہمارے غیر سے، حضرتؐ نے فرمایا یقیناً وہ ہم مین سے ہوگا، ہم ہی پر خدا دین کو ختم کریگا جس طرح ابتدا دین کی ہم سے کی۔"

حافظ گنجی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے۔ ھذا احدیث حسن عال رواہ الحفاظ فی کتبھم فاما الطبرانی فقد ذکرہ فی المعجم الاوسط واما ابونعیم فرواہ فی حلیۃ الاولیاء واما عبد الرحمٰن بن حاتم فقد ساقہ فی عوالیہ کما اخرجناہ (کتاب البیان ص ۳۹-۴۰)

نور الابصار مین بھی مذکورہ بالا روایت کو نقل کرتے ہوئے حافظ گنجی کی اس عبارت کو درج کیا ہے (ص ۱۵۵) اور علامہ ابن حجر نے طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

المهدی منا یختم الدین بنا کما فتح بنا (صواعق محرقہ ص۱۰۰) یہی روایت علامہ صبان نے بھی نقل کی ہے (اسعاف الراغبین حاشیہ ص۱۳۴)

(۱۳)

سیکون من بعدی خلفاء ثم من بعد الخلفاء امراء ثم من بعد الامراء ملوک ومن بعد الملوک جبابرۃ ثم یخرج رجل من اهل بیتی یملأ الارض عدلا کما ملئت جورا۔

"میرے بعد خلفاء ہونگے، پھر امراء پھر بادشاہ پھر سرکش وجبار لوگ، پھر ایک شخص میرے اہل بیت میں سے ظاہر ہوگا جو زمین کو ظلم وستم کے بجائے عدل وانصاف سے بھردے۔

اس کی تخریج طبرانی نے کی ہے (صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۱۰۲)

۱۴

عبداللہ بن عباس کی روایت لن تھلک امۃ انا فی اولھا وعیسی فی آخرھا والمھدی فی وسطھا

"وہ امت کبھی ہلاک نہیں ہوسکتی جسکے اول میں میں اور آخر میں عیسی بن مریم اور وسط میں مہدی ہو"

حافظ گنجی نے اس کے نقل کے بعد لکھا ہے ھذا حدیث حسن رواہ الحافظ ابو نعیم فی عوالیہ واحمد بن حنبل فی مسندہ (کتاب البیان ص۴۲)

علامہ صبان نے بھی اسعاف الراغبین میں اس حدیث کو نقل کیا ہے

(حاشیۂ نور الابصار صہ ۱۳۶)

اس حدیث مین امام مہدی کو وسط مین اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ حضرت کا ظہور پہلے ہوگا اور پھر عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترینگے اور حضرت کی مساعدت و نصرت فرمائینگے۔

(۱۵)

ابو سعید خدری کی روایت منّا الذی یصلی عیسیٰ بن مریم خلفہ

"ہم مین سے وہ ہے جسکے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھینگے"

اخرجہ الحافظ ابو نعیم فی کتاب مناقب المہدی (کتاب البیان صہ ۳۲)

(۱۶)

ابو سعید خدری کی روایت۔ منا مہدی الامۃ الذی یصلی عیسیٰ خلفہ ثم ضرب علی منکب الحسین فقال من ھذا مہدی الامۃ

"ہم مین سے مہدی امت ہے کہ جسکے پیچھے عیسیٰ نماز پڑھین گے، پھر حضرت نے امام حسینؑ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ مہدی امت اسکی اولاد مین سے ہوگا"

اخرجہ الدارقطنی صاحب الجرح و التعدیل (کتاب البیان حافظ گنجی صہ ۲۵)

(۱۷)

عبداللہ بن مسعود کی روایت انّا اهل بیت اختار اللّٰہ لنا الاخرۃ علی الدنیا وان اهل بیتی سیلقون بعدی بلآء وتشرید او تطرید احتیٰ یاتی قوم من قبل المشرق معهم رایات سود فیسئالون الخیر فلا یعطونه فیقاتلون فینصرون فیعطون ماسألوا فلا یقبلونه حتی یدفعوها الی رجل من اهل بیتی فیملأها قسطا کما ملئوها جورا

"ہمارے گھرانے کے لئے خدا نے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو منتخب کیا ہے اور میرے اہلبیت کو میرے بعد جلاوطنی وبیکسی ومصیبت کے تکالیف برداشت کرنا ہونگے یہان تک کہ مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نمودار ہوں جن کیساتھ سیاہ نشان ہونگے وہ لوگوں سے حقوق کا مطالبہ کرینگے لیکن لوگ اُنکی بات کو رد کردینگے، اُس وقت وہ جنگ کرینگے اور لوگ اب اُنکی بات ماننے پر طیار ہونگے لیکن وہ منظور نہ کرینگے جب تک کہ حکومت کو میرے اہلبیت میں سے ایک شخص کے سپرد نہ کردیں جو زمین کو ظلم کے بجائے عدل وانصاف سے مملو کردیگا۔"

اس روایت کو حافظ ابن ماجہ نے اپنی کتاب سنن میں جو صحاح ستہ میں داخل ہے درج کیا ہے (سنن ابن ماجہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۶۹) اور علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالهادی حنفی سندی نے حاشیہ میں جو اس کتاب کے ساتھ طبع ہوا ہے اس روایت کے ایک اور طریق کا پتہ دیا ہے جسے حاکم نے مستدرک

مین درج کرکے اُسکی صحت کا ثبوت دیا ہے اور اس روایت کو حافظ گنجی نے بھی اپنے طریق سے کتاب البیان مین درج کیا ہے (صا۲)

(۱۸)

ابن مسعود کی روایت لاتذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی۔

"دنیا فنا نہین ہو سکتی تا اینکہ حکومت عرب کا مالک ایک شخص ہو میرے اہلبیت مین سے جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا"

حافظ گنجی لکھتے ہین قال الحافظ ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح قال وفی الباب عن علی وابی سعید وام سلمۃ وابی ھریرۃ "ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس مضمون کی روایت علی اور ابوسعید خدری وام سلمہ وابوہریرہ سے بھی مذکور ہے۔ (کتاب البیان ص۹) ایک دوسرے طریق سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

ھذا حدیث حسن صحیح اخرجہ ابوداؤد فی سننہ (کتاب البیان ص۱۰ ونور الابصار شبلنجی ص۱۵۵) علامہ ابن حجر نے اس روایت کو احمد وابوداؤد و ترمذی سے نقل کیا ہی (صواعق محرقہ ص۱۰) حافظ سیوطی نے کتاب الصحاح والحسان مین اس روایت کو حسان کے ذیل مین درج کیا ہے۔

ثوبان کی روایت ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلا لم یقتله قوم ثم ذکر شیئا لا احفظه ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا رأیتموہ فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المہدی

"پھر سیاہ علم مشرق کی طرف سے ظاہر ہونگے اور اس طرح تم لوگوں کو قتل کرینگے کہ کسی نے قتل نہ کیا ہوگا پھر کچھ کہا جو راوی کا بیان ہے کہ مجھکو یاد نہیں رہا اسکے بعد فرمایا کہ جب تم اُس کو دیکھنا تو اُسکی بیعت کرنا اس لئے کہ وہی خلیفۂ خدا مہدی ہوگا"

حافظ گنجی لکھتے ہیں۔ ھذا حدیث حسن صحیح اخرجہ الحافظ ابن ماجہ القزوینی فی سننہ کما سقناہ

دوسری روایت میں درمیانی فقرہ مذکور ہے کہ ثم یجئی خلیفۃ اللہ المہدی فاذا سمعتم بہ فاتوہ فانہ خلیفۃ اللہ المہدی

"پھر خلیفۂ خدا مہدی آئینگے تو جب تم ایسی بات سننا فوراً اُنکے پاس جانا کیونکہ وہ حقیقۃً خلیفۂ خدا مہدی ہونگے" (کتاب البیان صہ ۱۵)

اسی حدیث سے ملتی جلتی حدیث نور الابصار شبلنجی صہ ۵۴ میں بھی درج ہے۔ حافظ ابن ماجہ والی حدیث سنن ابن ماجہ (ج ۲ صہ ۲۶۹) میں موجود ہے علامہ سندی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کذا ذکرہ السیوطی

وفی الزوائد ھذا اسناد صحیح رجالہ ثقات ورواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین۔" اس کو سیوطی نے بھی اس صورت پر درج کیا ہے اور زوائد مین لکھا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اور اسکے راوی سب ثقہ ہین اور اس روایت کو حاکم نے مستدرک مین بھی درج کیا ہے اور کہا کہ یہ امام بخاری و مسلم دونون کے شرائط کے موافق صحیح ہے۔"

(۳۰)

ابوسعید خدری کی روایت المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملأت جورا وظلما۔

"مہدی مجھ سے ہوگا۔ کشادہ پیشانی اور بلند بینی، وہ زمین کو ظلم وجور کے بجائے عدل وانصاف سے مملو کردیگا"

حافظ گنجی کا بیان ہے ھذا حدیث ثابت حسن صحیح اخرجہ الحافظ ابو داؤد السجستانی فی صحیحہ کما سقناہ ورواہ غیرہ من الحفاظ کالطبرانی وغیرہ (کتاب البیان صـ۲۳)

شبلنجی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے قال الترمذی حدیث ثابت صحیح ورواہ الطبرانی فی معجمہ وغیرہ (نور الابصار صـ۱۵۴) اور حافظ سیوطی نے بھی کتاب الصحاح والحسان مین اس روایت کو حسان کے ذیل مین درج کیا ہے۔

(۲۱)

حذیفہ کی روایت لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لبعث اللہ
فیہ رجلا اسمہ اسمی وخلقہ خلقی یکنی ابا عبد اللہ یبایع لہ الناس بین
الرکن والمقام یرد اللہ بہ الدین ویفتح لہ فتوح فلا یبقی علی ظہر الارض
الا من یقول لا الہ الا اللہ فقام سلمان فقال یا رسول اللہ من ای ولدک
ھو قال من ولدی ابنی ھذا وضرب بیدہ علی الحسین۔

"حضرت صلعم نے فرمایا اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن سے زیادہ نہ باقی رہے
تب اسی ایک دن مین خدا ایک شخص کو مبعوث کریگا جس کا نام میرا نام اور
اخلاق میرے اخلاق کے ایسے ہونگے اُسکی کنیت ابو عبد اللہ ہوگی لوگ
اُسکی بیعت رکن و مقام کے درمیان مین کرینگے خدا اُسکے باعث سے دین
کو پلٹا دیگا اور بہت سے ملک فتح ہونگے اور روے زمین پر کوئی
جو لا الہ الا اللہ نہ کہتا ہو، سلمان نے کھڑے ہو کر عرض کی
آپکے کس فرزند کی نسل سے ہوگا، حضرت نے فرمایا
مین سے اور اپنا ہاتھ امام حسین کے ہاتھ پر رکھا
حافظ گنجی نے اس روایت کے بعد
عالیا بحمد اللہ (کتاب البیان صہ ۴۳) ظ گنجی نے بہت کافی بحث
لکھتے ہین۔

(۴۲)

عبد اللہ بن عمر کی روایت یخرج المھدی علی راسہ غمامۃ فیھا مناد ینادی ھذا المھدی خلیفۃ اللہ فاتبعوہ۔

"مھدی ظاہر ہونگے اس صورت سے کہ انکے سر پر ایک ابر ہوگا جس میں سے ایک منادی پکارتا ہوگا یہ مھدی خلیفہ خدا ہیں انکا اتباع کرو۔"

حافظ گنجی لکھتے ہیں ھذا حدیث حسن مارویناہ الامن ھذا الوجہ اخرجہ ابو نعیم فی مناقب المھدی (کتاب البیان ص۴۵)

(۴۳)

عبد اللہ بن عمر کی دوسری روایت یخرج المھدی وعلی راسہ ملک ینادی ان ھذا المھدی فاتبعوہ۔ "مھدی ظاہر ہونگے اس طرح کہ انکے سر پر ایک ملک ہوگا جو پکارتا ہوگا کہ یہ مھدی ہیں انکا اتباع کرو۔"

حافظ گنجی لکھتے ہیں۔ ھذا حدیث حسن روتہ الحفاظ والائمۃ من اھل الحدیث کابی نعیم والطبرانی وغیرھما (ص۴۶)

(۴۴)

امیر المومنین حضرت علیؑ کی روایت اذا نادی مناد من السماء ان الحق فی آل محمد فعند ذلک یظھر المھدی۔

"جب منادی آسمان سے ندا کرے کہ حق آل محمد میں ہے اسوقت مھدی کا

ظہور ہوگا"

رواہ الحافظ الطبرانی فی المعجم واخرجہ ابو نعیم فی مناقب المہدی۔ (کتاب البیان ص۴۶)

(۲۵)

حضرت علی کی روایت اذا قام قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم جمع اللہ اہل المشرق واہل المغرب۔

"جب قائم آل محمد کا ظہور ہوگا تو خدا اہل مشرق واہل مغرب کو (ایک رایت کے نیچے) جمع کردیگا۔ اخرجہ ابن عساکر (صواعق محرقہ ۱۱)

سابقہ روایات سے جو مستند کتب وجوامع حدیث میں مندرج ہیں یہ امر پایۂ تحقیق کو پہونچ گیا کہ امام مہدی کا نام جناب رسالتمآبؐ کے نام سے متحد ہوگا۔ ان میں صریحی طور پر بتلایا گیا ہے کہ یواطئ اسمہ اسمی وہ میرا ہمنام ہوگا"

اس کے ساتھ بعض روایات میں یہ ضمیمہ پایا جاتا ہے کہ "واسم ابیہ اسم ابی" اسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کی طرح ہوگا۔ اور اس طرح امام مہدی کو محمد بن عبداللہ ہونا چاہیئے لیکن اصول درایت ورجال پر جانچنے کے بعد یہ زیادتی بے حقیقت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حافظ گنجی نے بہت کافی بحث کے ساتھ اس حقیقت کو روشن کردیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

زاد زائدۃ فی روایۃ لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ

ذلک الیوم حتی یبعث اللہ رجلا منی او من اہل بیتی یواطئ اسمہ اسمی

واسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملأت جورا وظلما

قلت وقد ذکر الترمذی الحدیث ولم یذکر قولہ واسم ابیہ اسم ابی

وذکرہ ابو داؤد فی معظم روایات الحفاظ والثقات من نقلۃ الاخبار

اسمہ اسمی فقط والذی رواہ واسم ابیہ اسم ابی فہو زائدۃ وہو یزید

فی الحدیث۔

"زائدہ نے اس روایت میں یہ فقرہ زیادہ کیا ہے کہ اسکے باپ کا نام

میرے باپ کا سا ہوگا" لیکن حافظ ترمذی نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے

اس میں اس فقرہ کا پتہ نہیں ہے اور ابو داؤد نے بھی اکثر حفاظ و ثقات اخبار

کے جو روایات نقل کئے ہیں۔ انمیں بس اسمہ اسمی کا فقرہ ہے، اس دوسرے

فقرہ کو جس نے نقل کیا ہے وہ زائدہ ہے اور اسکی عادت تھی کہ وہ احادیث

میں زیادتی کر دیا کرتا تھا۔

پھر روایت کے معنی میں تاویل کے طور پر کچھ توجیہات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے

وھذا کلہ تکلف فی تاویل ھذہ الروایۃ والقول الفصل فی ذلک ان الامام

احمد مع ضبطہ واتقانہ یروی ھذا الحدیث فی مسندہ فی عدۃ مواضع و

اسمہ اسمی اخبرنا بذلک العلامۃ حجۃ العرب شیخ الشیوخ ابو محمد عبدالعزیز

بن محمد بن عبد المحسن الانصاری قال اخبرنا ابو محمد عبد الله بن
احمد بن ابی محمد الحربی اخبرنا ابو القاسم بن الحصین اخبرنا ابن المذهب
اخبرنا ابن حمدان حدثنا عبد الله بن احمد بن حنبل حدثنا یحیی بن
سعید حدثنا سفیان عن عاصم عن ذر عن عبد الله عن النبی صلی الله
علیه وسلم لاتذهب الدنیا ولا تنقضی الدنیا حتی یملک العرب رجل
من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی وجمع الحافظ ابو نعیم طرق هذا الحدیث
عن الجم الغفیر فی مناقب المهدی کلهم عن عاصم بن ابی النجود عن ذر عن
عبد الله عن النبی فمنهم سفیان بن عیینة کما اخرجناه وطرقه عن
سفیان بطرق شتی ومنهم قطر بن خلیفة وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم
الاعمش وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم ابو اسحق سلیمان بن فیروز الشیبانی
وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم حفص بن عمر ومنهم سفیان الثوری وطرقه
عنه بطرق شتی ومنهم شعبة وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم واسط بن
الحرث ومنهم یزید بن معاویة ابو شیبة له فیه طریقان ومنهم سلیمان
قرم وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم جعفر الاحمر وقیس بن الربیع وسلیمان
بن قرم واسباط جمعهم فی سند واحد ومنهم سلام ابو المنذر ومنهم ابو
شهاب محمد بن ابراهیم الکنانی وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم عمر بن عبید
الطنافسی وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم عثمان بن شبرمة وطرقه عنه بطرق

شتی و ذکر سند او قال فیہ حدثنا ابو غسان حدثنا قیس ولم ینسبہ ومنهم عمرو بن قیس الملائی ومنهم عمار بن زریق ومنهم عبد الله بن حکیم بن جبیر الاسدی ومنهم عمیر بن عبد الله بن بشر ومنهم ابو الاحوص ومنهم سعد بن الحسن بن اخت ثعلبہ ومنهم معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن عاصم ومنهم یوسف بن یونس ومنهم غالب بن عثمان ومنهم حمزة الزیات ومنهم شیبان ومنهم الحکم بن هشام ورواه غیر عاصم عن زید وهو عمرو بن مرة عن زید کل هؤلاء روی اسمہ اسمی الاما کان عن عبید الله بن موسیٰ عن زائدة عن عاصم فانہ قال واسم ابیہ اسم ابی ولا یرتاب اللبیب ان هذه الزیادة لا اعتبار بها مع اجتماع هؤلاء الائمة علی خلافها۔

"واقعہ یہ ہو کہ یہ تاویلات تکلف سے خالی نہیں ہیں اور فیصلہ کن بات تو یہ ہے کہ امام احمد نے باوجود کمال ضبط و اتقان کے اس حدیث کو اپنے مسند میں چند جگہ نقل کیا ہو اور اس میں اتنا ہی ہے کہ واسمہ اسمی وہ میرا ہمنام ہوگا۔"

اور اس کی روایت ہمیں اپنے اسناد خاص سے بھی حاصل ہے جسکی لفظیں یہ ہیں کہ لا تذہب الدنیا یا لا تنقضی الدنیا حتی یملک العرب رجل من اہل بیتی یواطئ اسمہ اسمی اور حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب

مناقب المہدی میں اس حدیث کے طرق کو ایک جم غفیر اور کثیر تعداد میں مشائخ واصحاب حدیث سے جمع کیا ہے جنکی متفقہ طور پر انتہا عاصم بن ابی النجود اور اُنکے بعد زر اور پھر عبداللہ بن مسعود اور اُنکے واسطہ سے جناب رسالتمآبؐ پر ہے اُن مشائخ کی فہرست یہ ہے۔

سفیان بن عیینہ۔ قطر بن خلیفہ۔ اعمش۔ ابو اسحٰق سلیمان بن فیروز شیبانی حفص بن عمر۔ سفیان ثوری۔ شعبہ۔ واسط بن حرث۔ ابو شیبہ یزید بن معاویہ۔ سلیمان قرم۔ جعفر احمر۔ قیس بن ربیع۔ اسباط۔ سلام ابو منذر ابو شہاب محمد بن ابراہیم کنانی۔ عمر بن عبید طنافسی۔ ابو بکر ابن عیاش عثمان بن شبرمۃ۔ قیس۔ عمر بن قیس ملائی۔ عمار بن زریق۔ عبداللہ بن حکیم بن جبیر اسدی۔ عمیر بن عبداللہ بن بشر۔ ابو الاحوص۔ سعد بن حسن بن اخت ثعلبہ۔ معاذ بن ہشام۔ یوسف بن یونس۔ غالب بن عثمان۔ حمزۃ الزیات۔ شیبان حکم بن ہشام۔

ان سب نے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے کہ اسمی اسمی بس ایک طریق جو عبداللہ بن موسیٰ اور پھر زائدہ اور اُنکے واسطہ سے عاصم پر مشتمل ہے اُس میں یہ ہے کہ واسم ابیہ اسم ابی اور کسی عاقل شخص کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں ہے جبکہ اتنے بڑے بڑے ایمۂ حدیث اُسکے خلاف متفق ہیں۔

درحقیقت چونکہ خلفائے بنی عباس کے بعض خوشامدی ہوا خواہون نے بہت سے احادیث کو جنمین مہدی کا وصف آیا ہے منصور دوانیقی کے بیٹے مہدی عباسی پر منطبق کرنا چاہا تھا۔ اور وہ اُن احادیث کی موافقت کر کے اُسکے عدل وانصاف اور امن وامان کو سراہتے تھے تو اس غرض کو پوری طرح حاصل کرنے کے لئے روایت کے اندر اضافہ کی ضرورت محسوس کی گئی اور واسم ابیہ اسم ابی کا فقرہ بڑھا کر روایت کو بالکل منطبق بنا دیا گیا۔ کیونکہ مہدی عباسی کا نام محمد بن عبد اللہ المنصور ہے لیکن تفحص تحقیق کے جھونکے اس قسم کی کارروائیون کو تار عنکبوت کی طرح پراگندہ کردینے کے ذمہ دار ہین۔

عیسیٰ بن مریم اور مہدی موعود

مذکورۂ بالا احادیث متفقہ طور سے اس امر کو بتلا رہے ہین کہ مہدی آخر الزمان نسبی اعتبار سے جناب رسالتمآبؐ کی عترت واہلبیت مین سے اور اس طرح یقیناً فاطمی النسل ہونگے اور اسی سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم جنکے زمین پر اترنے کی پیشین گوئی بھی متواتر احادیث مین موجود ہے وہ مہدی موعود کے علاوہ ہین اور ان دونون مین کوئی تعلق نہین ہے۔

اس کے ساتھ جب اُن احادیث پر نظر کی جاتی ہے کہ جنمین عیسیٰ بن مریم کا

امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھنا مذکور ہے تو یہ حقیقت اور بھی زیادہ صاف وروشن ہوجاتی ہے۔

چنانچہ دو حدیثیں اس مضمون کی سابقہ فہرست مین درج ہو چکی ہین۔

(۱) منّا الذی یصلے عیسٰی بن مریم خلفہ (۲) منا مھدی الامۃ الذی یصلّے عیسٰی خلفہ۔ اسکے علاوہ۔

تیسری حدیث نافع مولی ابی قتادۃ الانصاری ان اباھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔

"ابوہریرہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کیا صورت حال ہوگی تمھاری اسوقت جب عیسٰی بن مریم اترینگے اور پیشوا تمھارا اسوقت تمھین مین سے ہوگا"

حافظ گنجی لکھتے ہین۔ ھذا حدیث حسن متفق علی صحتہ من حدیث محمد بن شہاب الزھری رواہ البخاری ومسلم فی صحیحیھما کما اخرجناہ

"اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے اور اسکو بخاری ومسلم دونون نے اپنی صحیحون مین درج کیا ہے (کتاب البیان ص۲۷)

چوتھی حدیث جابر بن عبد اللہ کی روایت لاتزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامۃ قال فینزل عیسٰی بن مریم فیقول امیرھم تعال صلّ بنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ

هذه الامة

"میری امت مین سے ایک جماعت ہمیشہ قیامت تک حق پر قائم رہیگی
اوراس سلسلہ مین جہاد کرتی ہوگی ۔عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترینگے تو اُسوقت
مسلمانون کا حاکم وپیشوا اُنسے کہیگا کہ آئیے آپ ہم کو نماز پڑھائیے، وہ کہینگے
کہ نہین، یہ اس اُمت کا اعزاز ہے خدا کی جانب سے کہ اس اُمت کا امام وپیشوا
اسی امت مین سے ہوسکتا ہے ۔غیر نہین ہوسکتا۔"
حافظ گنجی نے کہا ہے هذا حدیث حسن صحیح اخرجه مسلم فی صحیحه
کما سقناه ۔(کتاب البیان صد ۲۸)

ان دونون حدیثون مین اگرچہ امام کا نام نہین لیا گیا ہے لیکن یہ صاف
ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم مہدی نہین ہین کہ جو اسی امت کی فرد اور اولاد حضرت
رسولؐ مین سے ہونگے اور نیز یہ کہ عیسیٰ اس امت کے پیشوا و امام بنکر نہین آئینگے
لہذا وہ مہدی نہین ہوسکتے کہ جنھین اس امت کی امامت وپیشوائی کا درجہ
حاصل ہے ۔

علامہ ابن حجر نے اس روایت کو جس طرح نقل کیا ہے اُس مین نام بھی
موجود ہے وہ لکھتے ہین صحّ مرفوعا ینزل عیسی بن مریم فیقول امیرهم
المهدی تعال صلّ بنا فیقول لا انّ بعضکم ائمة علی بعض تکرمة اللّٰه
لهذه الامة (صواعق محرقہ صد ۱۰۱)

اور بالکل اسی کے مطابق اسعاف الراغبین علامہ صبان مین بھی موجود ہے
(حاشیہ نور الابصار ص۱۳۶ ام

حافظ گنجی نے بھی کتاب البیان ص۱۰۴ مین اس حدیث کو درج کیا ہے
اور لکھا ہے ھذا احدیث حسن رواہ الحرث بن ابی اسامۃ فی مسندہ
ورواہ الحافظ ابو نعیم فی مناقب المھدی کما اخرجناہ وسقناہ عالیا۔

پانچوین حدیث

حذیفہ کی روایت فیلتفت المھدی وقد نزل عیسیٰ
بن مریم کانما یقطر من شعرہ الماء فیقول المھدی
تقدم صل بالناس فیقول عیسیٰ انما اقیمت الصلوۃ لک فیصلی عیسیٰ خلف
رجل من ولدی فاذا صلیت قام عیسیٰ حتی جلس فی المقام فیبایعہ حضرت
رسولؐ فرماتے ہین کہ عیسیٰ بن مریم کے نزول کے موقع پر مھدی انکی طرف متوجہ
ہونگے اور کہینگے کہ بڑھیے لوگون کو نماز پڑھائیے، عیسیٰ جواب دینگے کہ نہین
یہ نماز تو آپ سے مخصوص ہے، آخر عیسیٰ میرے فرزند کے پیچھے نماز پڑھینگے نماز
کے بعد عیسیٰ مقام ابراہیم مین آئینگے اور وہان مھدی سے بیعت کرینگے،

اس روایت کی حافظ ابونعیم نے مناقب المھدی مین تخریج کی ہے۔
(کتاب البیان ص۲۹-۳۰)

علامہ ابن حجر نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور لکھا
ہے وفی صحیح ابن حبان فی امامۃ المھدی نحوہ " اسکے مثل روایت صحیح

ابن حبان مین باب امامت مہدی مین موجود ہے" (صواعق محرقہ صنا۱)

اور اسی کے موافق اسعاف الراغبین (حاشیہ ص۱۳۶) مین بھی مذکور ہے۔

ان احادیث کا تواتر اور اجماع امت

علامہ ابن حجر لکھتے ہین۔

قد تواترت الاخبار واستفاضت بکثرۃ رواتہا عن المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بخروجہ وانہ من اہل بیتہ وانہ یملک سبع سنین وانہ یملأ الارض عدلا وانہ یخرج مع عیسی علی نبینا وعلیہ افضل الصلوۃ والسلام فیساعدہ علی قتل الدجال بباب لد بارض فلسطین وانہ یوم ہذہ الامۃ ویصلی عیسی خلفہ

"یہ احادیث جناب رسالتمآبؐ سے رواۃ کی کثرت کے باعث حد تواتر و استفاضہ پر پہونچ گئے ہین کہ امام مہدی ظہور کرینگے اور وہ حضرتؐ کی نسل سے ہونگے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے مملو کردینگے اور وہ عیسی کی معیت مین جہاد کے لئے نکلینگے اور دجال کے قتل مین باب لد پر جو ملک فلسطین مین ہے عیسی کی مدد کرینگے اور وہ اس امت کی امامت کو انجام دینگے اور عیسی اُنکے پیچھے نماز پڑھینگے"۔ (صواعق محرقہ ص۱۰۲)

علامہ صبان نے بعینہ اسی عبارت کو تائیدی حیثیت سے نقل کیا ہے۔ (اسعاف الراغبین حاشیہ ص۱۴۰)

علامہ شبلنجی نے لکھا ہے۔

تواترت الاخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ من اھل بیتہ وانہ یملأ الارض عدلا و تواترت الاخبار علی انہ یعاون عیسیٰ علی قتل الدجال بباب لد بارض فلسطین الشام

"احادیث اس امر کے متعلق جناب رسالتمآب سے متواتر ہیں کہ مہدی حضرت کے اہلبیت میں سے ہیں اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے مملو کردینگے نیز یہ امر بھی متواتر ہے کہ وہ عیسیٰ کی مدد کرینگے دجال کے قتل میں جو باب لد پر ملک فلسطین میں واقع ہوگا" نور الابصار صد ۱۵۵)

اور حافظ گنجی نے لکھا ہے۔

ھذہ الاخبار ما ثبت طرقھا وصحتھا عند اھل السنۃ وکذلک ترویھا الشیعۃ علی السوآء فھذا ھو الاجماع من کافۃ اھل الاسلام اذ من عدا الشیعۃ والسنۃ من الفرق فقولہ ساقط مردود وحشو مطرح فثبت ان ھذا اجماع کافۃ اھل الاسلام

"یہ احادیث ایسی ہیں جنکے طرق اور انکی صحت اہل سنت کے نزدیک ثابت ہوگئی ہے اور اسی طرح انکو شیعہ بھی متفقہ طور پر روایت کرتے ہیں اس طرح تمام مسلمانوں کا اجماع ثابت ہوا اسلئے کہ شیعہ اور اہلسنت کے علاوہ دوسرے فرقہ جو ہیں اُنکا قول درجہ اعتبار سے ساقط اور بالکل بے وقعت ہے۔ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے" (کتاب البیان صد ۲۹)

مرزا صاحب قادیانی کے دعاوی

ان تمام مسلّمہ احادیث کی موجودگی مین جو قرآن کریم کی کسی تصریح کے خلاف بھی نہین ہین کسی ایسے دعوے کا سد باب ہوجانا چاہیئے جو مہدویت و مسیحیت کے بارے مین حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان صریحی پیشین گوئیون کے خلاف ہو لیکن افسوس ہے کہ انکے باوجود بھی ایسے دعاوی کا سد باب نہو سکا

مرزا غلام احمد صاحب جنکی مظہریت کا شرف خطۂ قادیان پنجاب کو حاصل ہے انھون نے بوقت واحد مہدویت و عیسویت دونون کا ادعا کر کے کوس لمن الملکی بجایا اور نصارے کے توحید فی التثلیث کے گورکھ دھندے کی طرح دو کو ایک ماننے کی طرف بڑے زور و شور سے دعوت دی۔

اور لطف یہ ہے کہ خود انکو ایک مدت تک نہین معلوم تھا کہ عیسی ہین ہی ہون اور وہ سمجھتے تھے کہ عیسیٰ آئندہ کسی موقع پر نازل ہونگے یہانتک کہ ایک مرتبہ خدا نے انکا نام عیسیٰ بن مریم رکھدیا۔ چنانچہ وہ اپنی عربی کتاب حمامۃ البشریٰ مین جو میرے پیش نظر ہے تحریر فرماتے ہین۔

کنت اظن بعد ھذہ التسمیۃ ان المسیح الموعود خارج وما کنت اظن انہ انا حتی ظھر السر المخفی الذی اخفاہ اللہ علی کثیر من عبادہ ابتلاءً من عندہ وسمانی ربی عیسی بن مریم فی الھام من عندہ وقال یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل

الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ انا جعلناک عیسیٰ بن مریم۔

"مین اپنا نام رسول ہونے کے بعد بھی یہ سمجھتا تھا کہ مسیح موعود آیندہ ظاہر ہونگے اور مجھے یہ خیال نہ تھا کہ وہ مین ہی ہون یہان تک کہ مخفی راز جو خدا نے اپنے بہت سے بندون پر امتحان کے طور پر مخفی رکھا تھا ظاہر ہوا اور خدا نے ایک الہام کے ذریعہ سے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا اور ارشاد کیا اے عیسیٰ ہم تمھاری مدت پوری کرینگے اور تمھین اپنی طرف اٹھا لینگے اور تم کو پاک کرینگے اُن لوگون سے جنھون نے کفر اختیار کیا اور تمھارا اتباع کرنے والون کو قیامت تک کے لئے کافرون پر غالب قرار دینگے، ہم نے تم کو عیسیٰ بن مریم قرار دیا ہے۔" (صفحہ ۱)

یہ عجیب لطیفہ ہے کہ کسی کا نام رکھتے ہوئے اسکی مان کا نام بھی زبردستی رکھدیا جائے تاکہ چارون چولین ٹھیک بیٹھین۔ چونکہ اُن احادیث مین کہ جنھین مسیح موعود کا تذکرہ ہے صرف اتنا نہین ہے کہ عیسیٰ آسمان سے اترینگے اسطرح آسان تھا کہ ہر ایک شخص جس کا نام عیسیٰ ہو وہ ادعائے مسیحیت کردے بلکہ اُن مین عیسیٰ بن مریم کا تذکرہ تھا جو درحقیقت ایک مخصوص ہستی کے سوا کہ جو دور اول مین گذرچکی کوئی نہین ہوسکتا

مرزا صاحب اگر اپنا نام عیسیٰ رکھ لیتے تو یہ سوال باقی رہ جاتا کہ آپ بن مریم

نہین ہین لہذا پیشین گوئی غیر منطبق ۔ اسکے لئے انھون نے سارا پیر اپنا عیسی بن مریم اپنا نام رکھ لیا کہ یہ سوال ہی پیدا نہ ہونے پائے لیکن وہ لوگ جو سخن فہمی کا ملکہ رکھتے اور بات کرنے کا انداز جانتے ہین ۔ انھین معلوم ہو کہ عیسی بن مریم کی لفظین اُس ہستی کے آنے کی پیشین گوئی ہے جسکا نام عیسی اور جس کی مان مریم تھی نہ وہ کہ جسکا نام خواہ مخواہ عیسی بن مریم رکھ دیا گیا ہو۔

درحقیقت عیسی بن مریم کی لفظین اُس مخصوص شخص کا پتہ دیتی ہین جو بنی اسرائیل مین پیغمبر کی حیثیت سے مبعوث ہو چکا ہے اسلئے کہ کوئی دوسرا شخص اگرچہ عیسی اور اسکی مان کا نام مریم ہو لیکن اُس کا انتساب اپنے باپ کی طرف ہوگا اور یہ بات عیسی اسرائیلی ہی کے ساتھ مخصوص تھی کہ وہ بغیر باپ کے صرف مان سے پیدا ہوئے اسلئے انتساب اُنکا اپنی مان کی جانب تھا اور وہ عیسی بن مریم کہلاتے تھے ۔ درحقیقت عیسی بن مریم کے آنے کی پیشین گوئی شخص خاص کے متعلق نام و نسب کی خصوصیت کے ساتھ تعیینی طور پر ہے نہ یہ کہ کلی حیثیت سے کہ ایک عیسی بن مریم آئیگا تاکہ جو شخص اپنا نام عیسی بن مریم رکھ لے یا اتفاق سے اُس کا نام عیسی اور اُسکی مان کا نام مریم ہو وہ اُسکے تحت مین داخل ہو جائے عیسی بن مریم نام ہو جکنے کے بعد بھی خود مرزا صاحب سمجھے کہ مسیح موعود مین ہون یہانتک کہ جنکی ... کسر باقی تھی وہ تیسرے الہام سے پوری ہوئی جسمین آپکو مسیح موعود کا لقب دیا گیا چنانچہ وہ حمامۃ البشریٰ مین فرماتے ہین کہ "مین نے دس برس کا عرصہ ہوا اپنی کتاب براہین احمدیہ تصنیف کی اور اسمین اپنی بعض الہامات

جو اُسوقت تک ہو چکے تھے درج کئے جن مین سے یہ تھا کہ یا عیسی انی متوفیک
الخ اس مین خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا پھر دوسرے الہام مین مجھ سے خطاب
کرکے کہا ہے انی خلقتک من جوھر عیسی وانک وعیسی من جوھر واحد
مین نے تم کو عیسی کے جوہر سے خلق کیا ہے اور تم اور عیسی ایک جوہر ہے ہو۔ ایک
الہام مین تمام علماء کو جو میرے خلاف ہین یہود و نصاری سے تعبیر کیا ہے۔
اسکے بعد دس برس تک مجھ پر ایسے الہامات نہین ہوئے اور مجھ کو یہ
خبر نہ تھی کہ اب اتنی طویل مدت کے بعد مین مامور ہونگا اور میرا نام مسیح موعود
رکھا جائیگا بلکہ میرا خیال تھا کہ مسیح آسمان سے آیندہ نازل ہونگے جیسا کہ
عام مسلمانون کا خیال ہے لیکن مین اپنے دل مین کہتا تھا کہ آخر خدا نے پے در پے
الہامات مین میرا نام عیسی بن مریم کیون رکھا ہے اور کیون کہا ہے
کہ تم اور عیسی ایک جوہر سے ہو اور کیون میرے مخالفین کو یہود و نصاری
قرار دیا ہے۔ لیکن ان تمام الہامات کے معنی اب دس برس کے بعد مجھ پر کھلے
یعنی جب میرا نام مسیح موعود قرار دے دیا گیا۔" (ص ۱۴۷)
"حافظہ نباشد" کے مطابق یہ تناقض بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ سابقہ
عبارت مین صاف موجود ہے کہ عیسی ابن مریم نام رکھے جانے والے الہام کے
بعد راز پوشیدہ ظاہر ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ عیسی ابن مریم مین ہی ہون اور اب کوئی
عیسی آنے والے نہین اور اس عبارت مین صاف یہ لکھا ہے کہ اس الہام کے

بعد بھی مین سمجھتا رہا کہ مین عیسٰی مسیح نہین ہون اور وہ پھر آنے والے ہین لیکن دس برس کے بعد یہ راز منکشف ہوا۔

اب ذرا اُن پیشین گوئیون پر ایک نظر ڈالو جو مسیح موعود کے متعلق ہین اور جنمین اُنکا نماز پڑھنا امام مہدی کے پیچھے مذکور ہے اور اُنکا کہنا کہ یہ حق اس امت کا ہے کہ اسکے بعض افراد بعض کے امام و پیشوا ہین تو یہ امر صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسٰی بن مریم یا مسیح موعود امت محمدیہ مین سے کسی شخص کا نام نہین ہے بلکہ وہ وہی عیسٰی بن مریم اور مسیح ہین جنکا دور نبوت رسالت محمدیہ کے ظہور سے ختم ہو اتھا۔

ان تمام احادیث کے خلاف اُنکا یہ دعوٰی بھی کہ مہدی و عیسٰی دو شخص نہین بلکہ ایک ہی ہین بالکل پادر ہوا ہے، اُنھون نے مسلمانون کے متفقہ عقیدہ کا مذاق اُڑاتے ہوئے حمامۃ البشرٰی ص۴۲ مین لکھا ہے۔

العجب الاخر انهم ینتظرون المهدی مع انهم یقرأون فی صحیح ابن ماجه والمستدرك حدیث لا مهدی الا عیسٰی ویعلمون ان الصحیحین قد ترکا ذکره لضعفه احادیث سمعت فی امره ویعلمون ان احادیث ظهور المهدی کلها ضعیفة مجروحة بل بعضها موضوعة ما ثبت منها شئی ثم یصرون علی مجیئه کانهم لیسوا بعالمین۔

"تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ مہدی کے منتظر ہین حالانکہ وہ صحیح

ابن ماجہ اور مستدرک مین اس حدیث کو دیکھتے ہین کہ مہدی سوائے عیسٰی کے کوئی نہین ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ صحیحین نے مہدی کا ذکر اسی بنا پر چھوڑا ہے کہ اس بارے مین جتنے احادیث ہین وہ ضعیف السند اور یہ بھی جانتے ہین کہ ظہور مہدی کے جتنے احادیث ہین سب ضعیف اور مجروح بلکہ بعض انمین سے موضوع ہین اور کوئی انمین سے ثابت نہین ہے پھر یہ لوگ مہدی کے آنے پر اصرار رکھتے ہین گویا یہ کچھ جانتے ہی نہین ؟

حالانکہ جو شخص ظہور حضرت مہدی کے متعلقہ احادیث پر نظر کرے جنکی طویل فہرست سابق مین درج ہو چکی ہے تو معلوم ہو گا کہ ان احادیث مین اکثر صحیح و حسن ہین جنکا اعتبار پایۂ ثبوت کو پہونچا ہوا ہے اور پھر جبکہ تعداد انکی اتنی ہے کہ جو حد تواتر کو پہونچی ہے جسکے بعد تحقیق سند کا سوال ہی باقی نہین رہتا۔

رہ گئی یہ حدیث جس پر اسکا پورا اعتماد معلوم ہوتا ہے کہ لا مہدی الا عیسٰی وہ بجائے خود پایۂ اعتبار سے ساقط ہے چنانچہ علامہ ابن حجر لکھتے ہین۔

قال الحاکم اوردتہ تعجبا لا محتجا بہ وقال البیہقی تفرد بہ محمد بن خالد وقد قال الحاکم انہ مجہول واختلف عنہ فی اسنادہ وصرح النسائی بانہ منکر وجزم غیرہ من الحفاظ بان الاحادیث التی قبلہ ای الناصۃ علی ان المہدی من ولد فاطمۃ اصح اسنادا۔

"حاکم نے جو اس روایت کو درج کرنے والے ہین خود لکھا ہے کہ مین نے

اسے تعجب کے طور پر نقل کیا ہے یہ محل خیال ہے کہ وہ حجت اور قابل عمل ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس روایت کے نقل مین محمد بن خالد متفرد ہے اور اُسکے متعلق حاکم نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے اور اُس سے اسناد مین بھی اختلاف ہوا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ منکر اور ناقابل عمل ہے اور دیگر حفاظ حدیث نے یقینی طور سے کہا ہے کہ وہ احادیث جنمین صراحت ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ مین سے ہوگا زیادہ صحیح السند ہین" (صواعق محرقہ صا۱۰۱)

علامہ ابن صبان نے لکھا ہے۔

اما حدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزداد الامر الا شدۃ ولا الدنیا الا ادبارا ولا الناس الا شحا ولا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس ولا مھدی الا عیسی بن مریم فمتکلم فیہ

"یہ روایت کہ سوائے عیسی کے کوئی مہدی نہین ہے محل کلام ہے"

حافظ گنجی لکھتے ہین۔

مدار الحدیث لا مھدی الا عیسی بن مریم علی محمد بن خالد الجندی مؤذن الجند تفرد بہ عن ابان بن صالح عن الحسن قال الشافعی المطلبی کان فیہ تساھل فی الحدیث قلت قد تواترت الاخبار واستفاضت بکثرۃ رواتھا عن المصطفی صلی اللہ

علیہ وسلم فی امر المھدی وانہ یملک سبع سنین ویملا الارض عدلا وانہ یخرج مع عیسی بن مریم یساعد فی قتل الدجال بباب لد بارض فلسطین وانہ یؤم بھذہ الامۃ ویصلی عیسی خلفہ فی طول من قصتہ وامرہ وقد ذکر الشافعی فی کتاب الرسالۃ وکتابہ اصل نوویند ولکن یطول ذکر سندہ قال اتفقوا علی ان الحدیث لایقبل اذا کان الراوی معروفا بالتساھل فی روایتہ

یہ حدیث کہ لا مھدی الا عیسی اس کا دارومدار محمد بن خالد ہندی پر ہے جو اس کی روایت مین متفرد ہے ابان بن صالح سے اور وہ حسن سے شافعی مطلبی نے کہا ہے کہ یہ شخص نقل حدیث مین سہل انکاری اور بے پرواہی رکھتا تھا، احادیث جناب رسالت مآب صلعم سے مہدی کے متعلق حد تواتر کو پہونچے ہین اور یہ کہ وہ سات برس سلطنت کرینگے اور زمین کو عدل وانصاف سے مملو کردینگے اور عیسی بن مریم کے ساتھ ظاہر ہو کر دجال کے قتل مین اُنکی مدد کرینگے۔ اور نماز پڑھائینگے اور عیسی اُنکے پیچھے نماز پڑھینگے شافعی نے اپنے رسالہ مین جو مسند ہے اور ہم تک بسند متصل پہونچا ہے جسکے ذکر کا موقع نہین کہا ہے کہ یہ امر متفق علیہ ہے کہ حدیث اُسوقت قبول نہین ہو سکتی جب اُسکا راوی تساہل اور بے پرواہی مین مشہور ومعروف ہو (کتاب البیان ص ۱۴۱)

اسکے بعد حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقت سے کوسون دور نظر آتا ہی۔

باب و بہاء کے دعاوی

ایران مین بابی وبہائی تحریک ہندوستان کی قادیانی تحریک کی تقریباً ہمسن یا اُسکی بڑی بہن ہے۔

علی محمد شیرازی ملقب بہ باب اور مرزا حسین علی مازندرانی ملقب بہاءاللہ کے دعاوی اگرچہ باختلاف زمانہ نئی نئی صورتین اختیار کرتے رہے ہین اور ڈارون کے فلسفہ نشوو ارتقاء کے مطابق اُن مین تدریجی اضافہ ہو گئے ہین لیکن تمام مدارج ترقی کا لب لباب جو موجودہ بہائی فرقہ کا نقطۂ نظر قرار پاتا ہی وہ یہ ہے کہ نقطہ اولی یعنی حضرت سید علی محمد باب شیرازی مہدی موعود اور قائم منتظر ہین اور اُنہی کے ظہور سے تمام وہ پیشین گوئیان پوری ہوگئین جو امام مہدی کے ظہور کے متعلق تہین اور اونکا ظہور پیش خیمہ تھا ایک دوسرے ظہور کا کہ جو ظہور اعظم ہے اور وہ اسی ظہور کی بشارت دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور اسی بناء پر اُنکو مبشر کہا جاتا ہے اور یہ ظہور اعظم حضرت جمال قدم بہاءاللہ ہین جنکے اندر مالک الملک والملکوت یعنی خدائے تعالیٰ نے دنیا کو اپنے ظہور سے معمور فرمایا ہے۔ انکے ظہور سے وہ پیشین گوئیان پوری ہوئی ہین جو رسالتمآب صلعم سے مذکور ہین کہ تم اپنے خدا کو اس طرح دیکھو گے جیسے چودھوین رات کا چاند یا جو کتب سابقہ مین ہے کہ رب الافواج اپنے جلال وجبروت کے ساتھ ظاہر ہوگا یا جو

قرآن مجید مین ہو کر جاء ربک ۔ یاتیھم اللہ وغیرہ وغیرہ اور انہی کا ظہور قیامت ہو
کہ جسکا ذکر برابر قرآن و احادیث مین ہوتا رہا ہو اور انہی کے ظہور سے شریعت اسلامیہ
منسوخ اور دوسری اُمت و شریعت کا دور دورہ ہو گیا ہو اور انہی کا ظہور ظہور مسیح ہو
لیکن وہ باپ کے جلال مین ہو نہ یہ کہ وہی مسیح جو دنیا سے اُٹھ گیا تھا پھر آئیگا کہ جو عقل
و نقل کے خلاف ہے ۔"

مذکورہ بالا عقائد اگرچہ بہائی جماعت مین مسلم حیثیت رکھتے ہین لیکن ناواقف
اشخاص اطمینان کے لئے سلسلہ وار ذیل کے عبارات ملاحظہ فرمائین جو نمونہ کے طور
پر حضرات اہل بہار کے کتب سے درج کئے جاتے ہین ۔

(۱) مہدی موعود اور قائم منتظر علی محمد باب ہین ۔

ملاحظہ ہو اردو ترجمہ لوح ابن ذئب از کتب مقدسہ حضرت بہاء اللہ مطبوعہ جید
برقی پریس دہلی منشورہ ادارہ کوکب ہند دہلی ص ۹۲

اے شیخ گروہ شیعہ پر غور کر کہ انھون نے ظنون و اوہام کے ہاتھون کس قدر
عمارتین اور کتنے شہر بنا ڈالے بالآخر وہ اوہام گولی کی شکل مین تبدیل ہوئے اور سید
عالم پر جا پڑے اور اس جماعت کے سردارون مین سے ایک بھی یوم ظہور مین ایمان
نہ لایا، اسم مبارک کے ذکر پر سب لوگ عجل اللہ فرجہ کہتے ہین (کہ خدا کرے حضرت
امام مہدی کا ظہور جلد ہو) لیکن اس خورشید حقیقت کے ظہور کے وقت دیکھا گیا کہ سب
عجل اللہ فی نقمتہ کہنے لگے (کہ خدا اسے جلدی تباہ کرے) ان لوگون نے سافج

وجود اور مالک غیب و شہود کو سولی پر لٹکایا اور وہ ظلم کیا جس سے لوح رو پڑی قلم نوحہ گر ہوا، مخلصون کی آہیں اٹھیں اور مقربین کے آنسو بہنے لگے“

ص۱۱ ”فرقۂ شیعہ کو دیکھ ایک ہزار دو سو سال تک ”یا قائم“ پکارتے رہے اور آخر کار سب نے اسکی شہادت پر فتویٰ دیا اور اُسے شہید کر دیا حالانکہ حق جل جلالہ اور حضرت خاتم اور اوصیاء کے قائل اور ماننے والے تھے“

رسالہ دور بہائی منشورہ ادارہ کوکب ہند دہلی ص۲

”آپ کے ”باب“ ہونے کے دعویٰ نے جس دشمنی کو بھڑکایا تھا اُسے آپکے اس دعوے نے کہ آپ ہی وہ امام مہدی ہیں جس کی حضرت محمد نے پیشگوئی کی تھی دوگنا کر دیا“

(۲۲) علی محمد باب صرف ایک مبشر کی حیثیت رکھتے تھے جو اپنے بعد والے ظہور کی پیشین گوئی کریں۔ ملاحظہ ہو رسالہ دور بہائی ص۲۳

”آپکی تمام کتابوں کا جو ہر اور لب اللباب اُس ظہور کی تعریف و تمجید تھی جو بہت جلد ظاہر ہونے والا تھا جو آپکا واحد مقصد محبوب اور مطلع تھا کیونکہ آپ اپنے ظہور کو صرف ایک مبشر کا ظہور سمجھتے تھے اور اپنی اصلی فطرت کو آنے والے کے عظیم الشان کمالات کا وسیلہ جانتے تھے۔

ص۲۴ ”یوحنا بپتسمہ دینے والے کی طرح حضرت باب ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ وہ ایک ایسی ہستی کے پیشرو یا مبشر ہیں جو اُن سے بڑا ہے اور جو بہت جلد اُن کے بعد آئیگا

آپ نے آفتاب حقیقت کے ایک عظیم الشان ظہور کی بشارت دی کہ وہ بہت جلد انسانی
صورت مین جاہ وجلال کے ساتھ انسانون مین ظاہر ہوگا۔"

(۳) بہاء اللہ کا ظہور ظہور خداوند عالم اور وہی روز قیامت ہے۔

بھائی ارگن "کوکب ہند" دہلی ج ۸ نمبر ۲ و ۳ (جون وجولائی سنہ ۱۹۳۰ء) زیر
عنوان "حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ" ص

"قیامت کبریٰ مین ظاہر ہونے والا ظہور بالفاظ اہل کتاب ظہور خداوندی
ہے نہ کہ کسی نبی اور رسول کا ظہور اور انہی الفاظ مین حضرت بہاء اللہ کا ادعا موجود
ہے، آپ ہی ٹھنڈے دل سے غور فرمائین کہ کیا آپ قیامت کے دن کسی نبی یا رسول
کے ظہور کے منتظر ہین؟ اگر نہین جیسا کہ یقیناً نہین تو کیون ایسے ظہور کو جو قیامت کبریٰ
مین ٹھیک اپنے وقت پر ظہور فرما ہو نبی اور رسول بنانے کی فکر مین ہین جبکہ نہ اُسے
نبی یا رسول کے خطاب سے کبھی مخاطب کیا گیا اور نہ اُس نے ہی کبھی ادعاء نبوت
ورسالت کیا بلکہ اس نے ہمیشہ ہی ندا بلند فرمائی یا معشر الملوک قد اتی المالک
والملک للہ المھیمن القیوم اے بادشاہون کے گروہ مالک آگیا اور ملک خدائے
مہیمن وقیوم ہی کا ہے۔ طوفوا وزوروا رب الانام فی ھذہ الایام التی ما
ادرکت مثلھا العیون فی قرون الاولین ان دنون مین جنکی مثال پہلے زمانون
کی کسی آنکھ نے نہین دیکھی تم مخلوقات کے رب کی زیارت کرو اور طواف کرلو، قل
بھذا الظھور رجع حدیث الطور ونفخ فی الصور وقام العباد للہ العزیز الودود

maablib.org

اذ کما انزل الرحمٰن فی الفرقان یوم یقوم الناس لرب العالمین کہدے اس

ظہور سے طور کا واقعہ پھر ظاہر ہو گیا اور صور پھونکا گیا، غالب اور پیار کرنے والے

خدا کے لئے بندے اُٹھ کھڑے ہوئے یاد کرو جو رحمٰن نے قرآن مین نازل فرمایا کہ

جس دن لوگ رب العالمین کی حضوری کے لئے اٹھ کھڑے ہونگے۔

قد اتت الساعۃ التی کانت مکنونۃ فی علم اللہ ونادت الذرات قد اتی

القدیم ذوالمجد العظیم الساعۃ یعنی وہ گھڑی آپہنچی جو خدا کے علم مین پوشیدہ

تھی اور تمام ذرات پکار اُٹھے کہ بزرگی اور عظمت والا قدیم آگیا۔

کوکب ہند ج ۸ نمبر ۲ صہ ۲۱ "ظہور کے لئے جو مقام مقدر اور جس نام سے وہ موسوم

ہے وہ یہ ہے جسکی بابت تمام کتب مقدسہ کا ارشاد و بیان ہے کہ انہ ینطق فی کل شان

اننی انا اللہ لا الہ الا انا رب کل شئی وان ما دونی خلقی ان یا خلقی ایای فاعبدون اسکی

شان گفتگو ہر شان مین یہ ہی کہ تحقیق مین خدا ہون، میرے سوا کوئی خدا نہین مین ہر

چیز کا رب ہون اور جو کچھ میرے سوا ہے وہ میری مخلوق ہے، مین حکم دیتا ہون کہ

اے میرے مخلوق صرف میری ہی عبادت کرو (تجلیات) ہمیشہ سے مین نے جبروت

بقا مین یہی کہا ہے کہ میرے سوا کوئی مہیمن و قیوم خدا نہین اور ہمیشہ ملکوت اسماء

مین کہتا رہونگا کہ مین ہی خدا ہون میرے سوا کوئی عزیز و محبوب خدا نہین ہے

(لوح الہیکل)۔"

(۴) بہاء اللہ کا ظہور مسیح موعود کا ظہور ہے۔

کوکب ہند ج ۸ نمبر ۴ ص۱۷ بسلسلۂ عنوان حضرت بہاء اللہ کا دعوےٰ "چوتھا استدلال چونکہ حضرت بہاء اللہ نے اپنے آپکو آمد روح اللہ کہا ہی اور احادیث مین حضرت مسیح کے دوبارہ آمد کی خبر ہے جو خدا کے رسول تھے لہذا ثابت ہوا کہ حضرت بہاء اللہ بھی رسول تھے (الجواب) دنیا سے اٹھ جانے والے مسیح کی دوبارہ آمد کا خیال ایک غلط خیال ہے جسے رفتہ رفتہ عقلمند انسان چھوڑتے چلے جارہے ہین، ہان البتہ مسیح ضرور آئیگا لیکن باپ کے جلال مین جیسے ہم اشعیا نبی کی پیشین گوئی مین قدیم باپ کے ظہور کے نام سے دکھا چکے ہین چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قد اتی الاب باپ آگیا (کتاب مبین ص۲۶) سوا سے ظہور مسیح کہو یا ظہور روح اللہ کہو یا باپ کا ظہور کہو یا خدائے قادر اور رحمن کے ظہور کے نام سے یاد کرو مطلب ایک ہی ہے"

مذکورۂ بالا دعاوی کے تفصیلی ابطال کے لئے تو ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے جسکے لئے کسی آیندہ فرصت کا انتظار ہے لیکن مین تو سردست جب ان دعاوی کو ان پیشین گوئیون پر منطبق کرنا چاہتا ہون جو امام مہدی اور عیسیٰ مسیح کے ظہور کے متعلق مستند احادیث فریقین مین وارد ہوئی ہین تو ان دونون مین کوئی تعلق نظر نہین آتا۔

ان پیشین گوئیون سے صاف ظاہر ہے کہ

(۱) حضرت مہدی ایسے وقت مین کہ جب دنیا ظلم وجور سے مملو ہوگی ظاہر ہو کر دنیا کو عدل وانصاف سے مملو کر دینگے۔

(۲) وہ خدا کی طرف سے منصور و مؤید اور خاص جاہ و جلال اور عزت و اقتدار کے مالک بنا کر ظاہر کیے جائینگے جن کے ہاتھوں دین حق کا دور دورہ اور باطل طاقتوں کو شکست ہوگی۔

(۳) وہ خود ایک مخصوص عظمت و اہمیت اور امامت و پیشوائی کے درجہ کے مالک ہیں جس کی بنا پر رسول ؐ کے احادیث میں کن پر طاقت و پرشکوہ الفاظ سے کتنی زیادہ مرتبہ انکے آنے کی پیشین گوئی کی گئی، اگر وہ صرف ایک بشری حیثیت رکھتے ہوتے جو اپنے بعد والے ظہور کی پیشین گوئی کرے تو احادیث میں خود ان کے ظہور کے متعلق اتنے اہتمام کی ضرورت نہ تھی بلکہ یہ تمام اہتمام اُس ظہور کے متعلق صرف کیا جاتا جو مقصود اصلی تھا۔

(۴) حضرت مسیح کا ظہور امام مہدی کے ساتھ بحیثیت معاون و شریک کار ہوگا اور وہ امام مہدی کی بیعت کریں گے اور انکے پیچھے نماز پڑھیں گے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آنکا ظہور مکمل بشری ہیں بحیثیت انسان کے ہوگا نہ بحیثیت خالق انسان کے۔ حضرت مسیح کے ظہور کو باپ کے جلال میں بتلانا عقیدہ تثلیث اور عیسیٰ کے ابن احد ہونے کے خیال کا مظہر ہے جو عقل و نقل اور اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے۔

(۵) حضرت مہدی کو قوم عرب کی حکومت حاصل ہوگی لیکن افسوس ہے کہ حضرت علی محمد باب کی تحریک کو آج تک ملک عرب میں کوئی مقبولیت

حاصل نہین ہوئی۔

(۶) حضرت مہدی رسول کے ہمنام ہونگے حضرت نقطۂ اولیٰ کا نام علی محمد تھا جس مین عربی و فارسی کے قاعدہ سے رکن اعظم پہلا لفظ ہوتا ہے دوسرا نہین معلوم ہوا کہ ان احادیث کو جن مین امام مہدی کے ظہور کی پیشین گوئی ہے اس قسم کے بادر ہوا دعاوی سے جو سوائے ظاہری ملمع کاری کے کسی مضبوط بنیاد پر قائم نہین ہین کوئی تعلق نہین ہے۔

آفتاب امامت کا فروغ

اور

بے بنیاد خیالات کی شکست

حضرت مہدی آخر الزمان کا وجود اور علمائے اسلام کا اجماع

طلائے خالص کی نقل بنانے مین کتنی دستکاری صرف کر دی جائے لیکن اُس کا واقعی امتیاز سلب نہین ہو سکتا۔ بیشک لوگون کی آنکھین غلط فریبی کے رنگ مین مبتلا ہونگی حقیقت گم نہین ہو سکتی چاہے اسکی صورت کے کتنے ہی راستے بناکر عقول و افہام کے لیے بھول بھلیان طیار کر دی گئی ہو۔ شیعی فرقہ کہ جسکے مذہبی روایات مین امام مہدی کا وجود کسی گی عنوان اور مبہم صورت سے ثابت نہین بلکہ وہ اتنے شخصی تعینات مین گھرا ہے جنکے باوجود

کسی دوسرے کی شرکت ناممکن ہوجاتی ہے وہ اس قسم کی آوازون پر اعتنا و کو
بھی اپنے کارآمد اوقات کی تضیع کے مرادف خیال کرنے پر مجبور ہے۔ شیعی فرقہ
کے اعتقاد مین امام عصر مہدی موعود قائم آل محمد حجت منتظر م ح م د
بن الحسن العسکری علیہ وعلی آبائہ افضل الصلوۃ والسلام ہین جن کی ولادت
شب نیمہ شعبان ۲۵۶ھ کو سامرہ مین ہوئی اور وہ بحکم الٰہی اُن اسرار وحکم
کی بنا پر جو علم مکنون باری مین مضمر ہین اور جن کے متعلق اپنی عاجز و قاصر
فکر کی رہنمائی کے مطابق ہم نے بھی روشنی ڈالی ہے لوگون کی نظرون سے
غائب رہکر اپنے مقصد اصلی اور فریضہ منصبی کو ادا کر رہے ہین اور اُسوقت
تک غائب رہین گے جب تک مشیت باری اس دنیا کے قریبی زمانہ مین اختتام
سے متعلق نہین ہوئی ہے اور جبکہ ایسا ہو تو خداوند عالم انکو ظاہر فرمائیگا جس کے
ساتھ تمام پیشین گوئیان پوری اور علامات حقیقی طور پر منطبق ہونگے جس مین
خواہ مخواہ کی ساخت پرداخت کو دخل نہوگا۔

ہمارے مستند تاریخی روایات اور احادیث حضرت کی ولادت و غیبت
کے واقعات سے مملو اور تواتر قطعی کی حد سے متجاوز ہین جو کم سے کم ہمارے لئے تو
اس عقیدہ کا صحیح مستند ہو سکتے ہین لیکن علمائے اہلسنت مین سے بھی کثیر التعداد
افراد ان روایات کے نقل مین ہمارے ہم آواز ہین اور اُنھون نے حضرت کی
ولادت و غیبت کے واقعات کو جزم و یقین کے ساتھ درج کیا ہے چنانچہ رسالہ

کے منظورِ نظر مقدار سے زیادہ آگے نہ بڑھنے کی غرض سے اس موقع پر صرف اُن حضرات کے اسماء پر اکتفا کی جاتی ہے اور آئندہ موقع پر انشاء اُنکے عبارات و تصریحات کی تفصیلی صورت پر درج کرنے کا ارادہ ہے۔

(۱) ابو سالم کمال الدین محمد بن طلحہ قرشی مصنف مطالب السئول۔

(۲) حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی مصنف کفایۃ الطالب و کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان۔

(۳) نور الدین علی بن صباغ مالکی مصنف فصول مہمہ۔

(۴) شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزغلی بن عبد اللہ البغدادی الحنفی المعروف بسبط ابن الجوزی مصنف تذکرۂ خواص الامۃ۔

(۵) شیخ اکبر محی الدین بن عربی طائی اندلسی مصنف فتوحات۔

(۶) شیخ عبد الوہاب شعرانی مصنف کتاب "الیواقیت و الجواہر فی عقائد الاکابر"

(۷) عارف کامل شیخ حسن عراقی۔

(۸) شیخ علی خواص برلسی۔

(۹) نور الدین عبد الرحمن جامی حنفی مصنف شواہد النبوۃ۔

(۱۰) حافظ محمد بن محمد بن محمود المعروف بخواجہ پارسا بخاری مصنف کتاب فصل الخطاب۔

(۱۱) حافظ ابو الفتح محمد بن ابی الفوارس مصنف کتاب اربعین

(۱۲) شاہ عبدالحق محدث دہلوی مصنف رسالہ مناقب الائمہ

(۱۳) سید جمال الدین عطاء اللہ شیرازی مصنف روضۃ الاحباب۔

(۱۴) حافظ ابو محمد احمد بن ابراہیم بن ہاشم طوسی بلادری مصنف مسلسلات۔

(۱۵) ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن خشاب مصنف کتاب تواریخ موالید الائمہ ووفیاتہم۔

(۱۶) قاضی شہاب الدین ملک العلما دولت آبادی مصنف ہدایۃ السعداء

(۱۷) شیخ علی متقی مصنف کتاب البرہان فی علامات مہدی آخرالزمان

(۱۸) فضل بن روزبہان شیرازی مصنف ابطال الباطل۔

(۱۹) شیخ سلیمان قندوزی حنفی بلخی مصنف ینابیع المودۃ۔

(۲۰) شیخ الاسلام شیخ احمد جامی

(۲۱) صلاح الدین صفدی۔

(۲۲) شیخ عبدالرحمن بسطامی۔

(۲۳) مولوی علی اکبر بن اسد اللہ مودی مصنف کتاب مکاشفات

(۲۴) شیخ عبدالرحمن عارف مصنف مرأۃ الاسرار

(۲۵) قاضی جواد ساباطی مصنف کتاب براہین ساباطیہ

(۲۶) شیخ سعدالدین حموی خلیفہ نجم الدین الکبریٰ۔

(۲۷) شیخ عارف متالہ عامر بن عامر البصری مصنف قصیدہ ذات الانوار

(۲۸) شیخ ابو المعالی صدر الدین قونوی۔

(۲۹) مولانائے روم مصنف مثنوی۔

(۳۰) شیخ محمد عطار مصنف مظہر الصفات۔

(۳۱) سید علی ہمدانی مصنف کتاب المودۃ فی القربیٰ

(۳۲) موفق بن احمد خطیب خوارزمی مصنف مناقب۔

(۳۳) عبد اللہ بن محمد مطیری مدنی شافعی اشعری نقشبندی مصنف کتاب ریاض زاہرہ۔

(۳۴) ابو المعالی محمد سراج الدین رفاعی مخزومی مصنف صحاح الاخبار

جب اتنے کثیر التعداد علمائے اہلسنت بھی ہمارے ہم آواز ہیں اور مستند احادیث کے مندرجہ خصوصیات (اسمہ اسمی) (من عترتی) (من ولد الحسین) وغیرہ بھی حضرت پر پورے پورے منطبق ہیں اور عقلی و نقلی ادلہ کا اقتضا ہے کہ دنیا کسی وقت امام سے خالی نہیں رہ سکتی اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد کسی امام کا پتہ سوائے حضرت کے نہیں چلتا اور غیبت کے وجوہ و اسباب بھی عقلی روشنی میں مکمل طور پر ثابت ہو چکے ہیں کہ وہ بالکل اصول حکمت و صلاح کے مطابق ہے تو یقیناً حضرت کے وجود و غیبت و امامت میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا، خدا عام مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ آنکھ کھول کر اس مسئلہ کے

پہلوؤں پر نظر ڈالیں اور اپنے امام زمانہ کی معرفت کو حاصل کرکے متفقہ حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ کی زد سے اپنے تئیں علیحدہ کریں۔ والسّلام

علی نقی النقوی عفی عنہٗ

شعبان ۱۳۵۱ھ

Haji Dawood Nasir Library, M. Syed Mohd Dehlavi KARACHI-18.

MAAB 1431

maablib.org

حجج و بینات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلام مین ظاہر ہوئی ہے۔ سال گذشتہ عراق مین مشاہدہ مشرفہ ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت یعنے معجزات ظاہر ہوئے اُن کے مستند تفصیلی واقعات، ذاتی تحقیقات اور مستند ذرائع سے تصدیق شدہ معلومات حاصل کر کے ایک جا شائع کر دیے گئے ہین جو ارباب ایمان کے لیے بصیرت افروز اور تمام مذاہب و اقوام کے مقابل مین صداقت و حقانیت کی دلیل ہین یہ کتاب بھی حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ کا نتیجہ قلم اور انھی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے جو کتاب کی ادبی منزلت اور استناد و اعتبار کی حیثیت کیلیے بہترین ضمانت ہے ۲۰ + ۲۶ کی تقطیع پر اعلیٰ کاغذ و طباعت کے ساتھ تیار ہے اور اس مین متعدد شفا یافتہ افراد کے فوٹو بھی شامل ہین جو کتاب کی دیدہ زیبی اور نیز اُس کے اعتبار و استناد مین اضافہ کا باعث ہوئے ہین۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک عہ/

maablib.org

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین آنریری سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ

اے قوم جواب دے خدا کی طرف سے پکارنے والے کا

برادران ایمانی سلام علیکم

امامیہ مشن کی دینی و تبلیغی خدمات آپ حضرات کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں اس سلسلہ میں جیسا کہ اس سے قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے جبتک کہ ہر فرد قوم تھوڑی قربانی نہ کرے اس کام کو تیزی کے ساتھ آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ شیعیان امیر المومنینؑ کثیر تعداد میں اس تبلیغی ادارہ کے ممبر بن کر ہماری تقویت کریں چندہ سالانہ کم سے کم ایک روپیہ ہے اور جو مومنین اس سے زائد مرحمت فرمادیں وہ اُن کی توفیق پر منحصر ہے اور ممبران کے لئے یہ رعایت ہوگی کہ آئندہ جو رسالے شائع ہونگے وہ اُن کو نصف قیمت پر دئے جائیں گے۔

فارم ممبری ہم سے طلب فرمائیے اور خود بھی ممبر بنیئے اور دیگر مومنین کو بھی ممبر بنا کر عند اللہ و عند الرسول ماجور ہوجیئے۔ فقط

خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن

حسین آباد۔ لکھنؤ

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.org